U5323 7-12-09

Title - HIDAIQ AL AKHLAQ - NAZM-O-NASR.

Creator - Sayyed Ghulam Mustafa Zaheen

Publisher - Matba Shamsul Mataba (Hyderabad).

Date - Not Available.

Pages - 152.

Subjects - Urdu Adab - Mazameen; Taleem - Nisaab Urdu.

حدائق الاخلاق

نظم و نثر

مصنفہ

جناب مولوی سید غلام مصطفیٰ صاحب ذہین

مصنف

تہذیب الاطفال گلشن اطفال (بالک باغ) سوغات صالحات وغیرہ

جس کو

سر رشتۂ تعلیمات سرکار عالی نے اسکول فائنل کے نصاب میں شریک فرمایا

باہتمام

مرزا محمد مظفر بیگ

مطبع شمس المطابع میں چھپی ۱۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عبادت

دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جو خدائے تعالےٰ کی عبادت نہ کرتی ہو۔ کسی کے قیام کسی کے رکوع اور کسی کے سجدے کی حالت صاف بتا رہی ہے کہ ساری کائنات اُس خدائے یکتا کے ذکر و تسبیح میں مشغول ہے۔ جاندار ہو یا بیجان اُس جان آفرین و جہان آفرین کی تسبیح و تہلیل کو ہر مخلوق اپنا فریضہ سمجھتی ہے۔ فضائے عالم کا ہر ذرہ نورِ طاعت سے روشن ہے۔ آسمان "رکوع" میں ہے، زمین سجدے میں ہے۔ پرندوں، چرندوں، اور درندوں کو دیکھو کہ سب اُس کی بارگاہ تقدس میں سر جھکائے ہوئے ہیں۔ نباتات میں کوئی بحالت رکوع کوئی بحالت قیام اپنے فریضہ کو ادا کر رہا ہے، اور جمادات کی افتادگی اس امر کی بین دلیل ہے کہ اس کے آستان عبادت پر جبیں سائی کر رہے ہیں۔ غرض دنیا کی کوئی ہستی ایسی نہیں ہے جو ذکر خدا میں مصروف نہ ہو گوش ہوش سے سنو کہ صبح و شام طیور تمہیں کیا سنا رہے ہیں۔ چڑیوں کی چوں چوں میں چون و چرا کی کیا گنجائش ہے کہ وہ ذکر بے چون و چرا کرتی ہیں۔ فاختہ کی کو کو اس بات کی شاہد ہے کہ وہ اپنے خالق کی جستجو کر رہی ہے پپیہے کا ترانہ، عندلیب کا نغمہ، قمری کی صدائے حق سرہٗ یہ سب خدائے یکتا کے ذکر و تسبیح پر دلالت کرتے ہیں۔

عزیزو! خدائے بے نیاز نے اپنی ہر ایک مخلوق کو کسی نہ کسی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے

اور ایک کو دوسرے پر مدارج کے باعتبار سے فضیلت دی ہے۔ کوئی پتھر ہے کوئی لعل، کوئی جھوٹا موتی ہے کوئی سچا، کوئی بے ثمر درخت ہے کوئی ثمردار، اور جس کے قابل جو نعمت تھی وہ اُس کو ملی، گل کو رنگ و بو، بلبل کو نغمہ، لعل گہر کو آب و تاب، مگر سب سے بڑی اور سب سے اچھی نعمت حضرت انسان کو ملی یعنی خدا کی امانت۔ اور انسان کو دوسری نعمتیں بھی جو عطا ہوئیں تو دوسرے حیوانات سے بدرجہا بہتر اور موزون۔ اونٹ کی خلقت کو دیکھو اور انسان کے تناسب اعضاء پر نظر کرو۔ ہاتھی اور گینڈے کے جثے اور انسان کی نازکی کو میزان عقل میں تولو پھر دولت عقل بھی جس قدر انسان کو ملی ہے وہ کسی حیوان کو کب میسر ہے۔ یہ اپنی عقل سے ساری مخلوق کو مطیع کئے ہوئے ہے۔ خدائے تعالےٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر بھیجا اور ساری مخلوق کو اس کے لئے پیدا کیا ہے۔

جو کچھ کہ ہے دنیا میں سب انساں کے لئے   آراستہ یہ گھر اسی مہماں کے لئے ہے

جب اللہ تعالےٰ نے انسان پر اتنی مہربانی کی:۔ یہ عزت، یہ حرمت، یہ رفعت، یہ شرافت یہ قدرت اُس کو دی ہے تو انسان کو بھی لازم ہے کہ وہ ان احسانات کا شکر ادا کرے اور شرافت کا مستحق ٹھہرے جو اُس کو عطا کی گئی ہے۔ انسان صرف دنیا ہی کے لئے نہیں بلکہ آخرت کے لئے بھی پیدا کیا گیا ہے۔ اُس کو فرشتوں کی طرح دن رات تسبیح و تہلیل کی ہدایت نہیں ہوئی ہے بلکہ دینی و دنیوی دونوں کام انجام دینے کا اسے حکم دیا گیا ہے اور دنیوی کام بھی نیک تاکہ اس کی شرافت قائم رہے۔ اگر وہ کھانے پینے، پہننے سونے ہی کی زندگی کو زندگی سمجھے تو یہ اس کی نکبت ہے اور اس کے لئے بڑی شرم کی بات ہے۔ گویا انسان نے اپنے کو نہیں سمجھا اور خدا کی دی ہوئی نعمتوں کی قدر نہیں کی۔ اگر کسی نے رہبانیت کی زندگی کو پسند کیا تو یہ اُس کی سمجھ کا قصور ہے۔ جو مخلوق تعلقات سے بری ہے

وہ فرشتے ہیں۔ ان کا کام عبادت ہی عبادت ہے۔ انسان کو تو اس سے اہم کام انجام دینے ہیں۔ دنیا میں تمدنی حیثیت سے رہنا، مادر و پدر، زن و فرزند، اعزہ و اقارب، نیز احباب بلکہ بنی آدم کے حقوق ادا کرنا، نیکی کرنا، بدی سے باز رہنا، پھر حق اللہ کا بھی ادا کرنا، انسان کے فرائض ہیں۔ ان اہم فرائض سے گھبرا کر اگر کوئی انسان ترک دنیا کرے تو وہ انسان کیا اور کیا اس کی شرافت۔ اور اگر کوئی دنیوی کاموں ہی میں منہمک رہے تو پھر اُس میں اور حیوان میں کیا فرق۔ جب عالم آخروی سے بھی انسان کو بہت بڑا تعلق ہے اور بڑے لمبا زمانہ عالم آخرت میں بسر کرنا ہے تو ہر ذی عقل انسان کو اُس عالم کی فکر کرنی بھی ضرور ہے۔ انسان جب عدم سے وجود میں آیا تو ہاتھ خالی تھے، نادانی کا زمانہ تھا۔ اس عالم اسباب میں آنے کے بعد اُسے سامان دیا گیا، عقل دی گئی اور حکم دیا گیا کہ یہاں رہ کر دنیا کے کام بھی کرو اور دین کے بھی۔ اس لئے انسان کا فرض ہے کہ حقوق اللہ و حقوق العباد دونوں کو ادا کرے اور یہیں سے اعمال صالحہ کا توشہ ساتھ لیتا جائے کیونکہ دنیا دار العمل اور عقبےٰ دار الجزاء ہے ؎

بنایا آدمی کو ذوق ایک جزو ضعیف   اور اس ضعیف سے کل کام دو جہاں کے لئے

جب کوئی شخص کسی سخت مرض میں مبتلا ہو جاتا یا کسی آفت میں پھنس جاتا ہے تو خدا کو یاد کرنے لگتا ہے۔ اور صحت ہو جاتی یا آفت ٹل جاتی ہے تو پھر یاد خدا بھی اُس کے دل سے نکل جاتی ہے۔ انسان موت سے ڈرتا ہے مگر خدا سے نہیں ڈرتا۔ مخلوق کی نظر سے چھپا کر جرم و خطا کرتا اور مخلوق سے شرماتا ہے مگر خدا سے نہیں شرماتا جو سمیع و بصیر ہے ہر وقت ہر جگہ موجود ہے۔ اُس کے کام کو دیکھنا تو کیا اُس کی نیت کو بھی جان لیتا ہے اگر انسان خدا سے ڈرے، خدا سے شرمائے تو فرشتہ سیرت بن جائے برائیوں کو

چھوڑ دے، بھلائیاں اختیار کرے۔ خدمت خلق و عبادت خالق کر کے دارین میں خرم رہے

اگر ہے اشرف خلق اے بشر پیدا شرافت کر　　عبادت کے لئے پیدا ہوا ہے تو عبادت کر

نیک و بد

تاریخوں میں بزرگان سلف کے حالات دیکھتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے کہ انہوں نے دوسروں کی فلاح و بہبود کے لئے کیسی کیسی مصیبتیں اٹھائیں۔ دوسروں کو مالا مال کر دیا اور آپ مفلس کے مفلس رہے۔ دوسروں کی جان بچائی اور اپنی جان دیدی۔ اللہ اللہ یہ ہمدردی یہ ایثار۔ وہ انسان تھے یا فرشتے۔ خداوندا! اس زمانہ میں ویسے لوگ کیوں ناپید ہیں۔

کیوں آج کل عام طور پر بیدردی پھیلی ہوئی ہے۔ نہ اقربا میں محبت ہے نہ اعزہ میں الفت نہ شناساؤں میں مروت، نہ عام لوگوں میں انسانی ہمدردی جس کو دیکھو وہ اپنی غرض کا بندہ ہے، زید کا کام خالد اس وقت نکالتا ہے کہ اس سے بھی اپنا کوئی نہ کوئی کام نکلنے کی امید ہو۔ منعم جس پر احسان کرتا ہے اس کو بندہ زر خرید سمجھ لیتا ہے۔ محسن کے طبع نازک کے خلاف کچھ ہوا کہ آفت آئی۔ سلوک کا دروازہ بند ہو گیا۔ سچی محبت سچی ہمدردی، لوگوں میں اب کہاں رہی۔ وہ کیسے لوگ ہوں گے کہ ان کے برے وقت میں کسی نے ان کی مدد نہ کی ہو تو اسکا کچھ خیال نہیں کرتے تھے۔ مگر کسی کی بری حالت ان سے دیکھی نہیں جاتی تھی وہ تا امکان حاجتمندوں کی حاجت براری کے لئے مستعد رہتے تھے۔ یہاں تک کہ اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی خیر سے درگزر نہ کرتے تھے ؎

بارور نخل سے سیکھے کوئی احساں کا طریق　　سنگ مارے ہے جو اسکو وہ ثمر دیتا ہے

یرموک کی لڑائی میں حذیفہ تھوڑا سا پانی لیکر اپنے بھائی کی تلاش میں نکلے کہ وہ کہیں

مل جائیں تو اُن کو پانی پلائیں۔ کچھ دیر کی جستجو میں وہ مل گئے نہایت مجروح تھے۔ زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ حذیفہ نے قریب جاکر پوچھا بھائی صاحب! کیسی حالت ہے کیا پانی پیجئے گا؟ کہا ہاں۔ اُسی وقت قریب سے آواز آئی۔ آہ کیا پیاس ہے یہ سن کر حذیفہ کے بھائی نے کہا اب آپ اُدھر تشریف لیجائیے جدھر سے آواز آئی وہ شخص مجھ سے زیادہ پیاسا معلوم ہوتا ہے۔ حذیفہ وہاں پہونچے تو دیکھا ہشام ہیں۔ پوچھا پانی چاہیئے کہا ہاں۔ ایسے میں ایک اور آواز قریب سے سنائی دی "پانی پانی" ہشام نے فرمایا۔ جاؤ (اشارہ سے) اُدھر جائیے۔ وہ شخص پیاس سے نہایت بیتاب ہے حذیفہ اُس شخص کے پاس پہنچنے تک اُس کی جان نکل چکی تھی۔ وہاں سے ہشام کی طرف پھرے تو اُن کی رُوح بھی پرواز کر چکی تھی پھر اپنے بھائی کی طرف گئے تو وہ بھی مر چکے تھے یہ حسرتناک نظارہ دیکھتے ہوئے حذیفہ اپنی جگہ واپس چلے آئے۔

اللہ اللہ۔ یہ ایثار کہ سب کے سب مجروح، نزع کا عالم، پیاس کی حد و انتہا نہیں ایسے وقت میں بھی ہر ایک جاں بلب کی یہی آرزو تھی کہ میرے عوض دوسرا شخص اپنی پیاس بجھائے۔ ایسے لوگوں کو فرشتہ نہ کہا جائے تو پھر کیا کہا جائے۔

یگانہ ہو یا بیگانہ انسان ہونے کے اعتبار سے طبع انسانی کا اقتضا ہے کہ ایک شخص کی بری حالت کو دیکھکر دوسرا رحم کرے۔ پہلے کے زمانہ میں منعم مفلس کو، عالم جاہل کو اپنے مال اور اپنے علم سے فائدہ پہونچایا کرتا تھا اور محسن احسان کر کے منفعل ہوتا تھا۔ اس زمانہ کی خود غرضی، بیدردی، کبر و نخوت کو دیکھتے ہیں تو بزرگان سلف کے حالات کرامت سے کم نہیں معلوم ہوتے۔ ساری خوبیاں مذہب سکھاتا ہے اور مذہب کوئی ہو نیکی کی ہدایت کرتا اور بدی سے ڈراتا ہے۔ مگر مذہبی احکام پر

لوگ چل نہیں رہے ہیں اس لیئے دنیوی معاملات میں بھی فساد پڑ گیا ہے۔ زندگی کی کلفتوں میں ہر شخص اپنی موت کو بھولا بیٹھا ہے۔ دنیا کے دھندوں میں صبح و شام کچھ ایسا محو رہتا ہے کہ دینی فرائض کی طرف کبھی دھیان نہیں کرتا۔ کوئی دوسروں کو ایذا پہونچا کر اپنی راحت کی فکر کرتا ہے۔ کوئی دوسروں کو ذلیل کر کے اپنی عزت بڑھانے کی کوشش کرتا ہے۔ کوئی لہو و لعب میں مصروف ہے۔ کوئی عیش و عشرت میں مشغول۔ ایک مفلس بھوکوں مرے مگر ایک زردار کو کیا پروا۔ اُس کا تو یہ خیال ہے کہ وہ مفلسوں کے ساتھ سلوک کرتے کرتے آپ بھی مفلس ہو جائیگا پھر تو پلاؤ کھانے کے عوض خیالی پلاؤ پکانا پڑیگا اگر مفلسوں کے رہنے کے لیے جھونپڑے بنوا دیگا تو باغ لگا کر سیر و تفریح کا حظ کہاں سے اٹھائیگا جس زردار کا ایسا خیال ہو تو اُس سے امید رکھنے والے کا کیا حال ہو۔

اکثر لوگوں کی بیدردی کو دیکھکر حیرت ہوتی ہے کہ انسان تو ہیں مگر درندوں کے سے خصائل ہیں۔ کیسی تعجب خیز بات ہے کہ آدمی آدمی سے اس طرح ڈرے جیسے شیر سے۔ اخلاق سیکھنے سیکھتے آتے ہیں مگر اخلاق سکھائے تو کون۔ اس زمانہ کا تو یہ دستور ہے کہ مالدار مالدار سے عالم عالم سے جاہل جاہل سے میل ملاپ رکھتا ہے منعم مفلس کی صورت تک نہیں دیکھتا۔ عالم جاہل کو منہ تک نہیں لگاتا۔ پھر ایک جاہل جاہل سے اور مفلس مفلس سے مل کر اور میل جول رکھ کر ایک دوسرے کو کیا نفع پہونچا سکتا ہے۔

ایک حکیم کے ہاں دو شخص آئے۔ ایک کی طرف مخاطب ہو کے پوچھا کیا کام کرتے ہو جواب دیا کچھ نہیں۔ ایک دولتمند سے دوستی ہے اُسی کے یہاں رہتا ہوں وہی میرے کھانے کپڑے کا انتظام کر دیتا ہے حکیم نے کہا اس کو دوستی نہ کہو مفلس اور دولتمند کی کیا دوستی۔ اگر وہ دولتمند تمہارا سچا دوست ہوتا تو پھر تم اس طرح مفلس کے

مفلس نہ رہتے وہ تم کو بھی اپنی طرح دولت مند بنا دیتا۔ دوسرے سے پوچھا تم کیا کرتے ہو کہا کوئی کام تو نہیں کرتا کیونکہ تھوڑی بہت معاش ہے۔ ہاں محلہ میں ایک عالم شخص ہے جو میرا دوست ہے اُس کے پاس اکثر جا بیٹھتا ہوں۔ اِدھر اُدھر کی باتیں اور گپ شپ ہوتی رہتی ہے۔ حکیم نے کہا عالم کی صحبت میں بیٹھنے سے تم کو جب کوئی فائدہ نہیں ہوا تو وہ تمہارا دوست نہیں اور تم نے جو تحصیل علم کا خیال نہیں کیا تو اپنے ساتھ سخت دشمنی کی ہے نہ تم دونوں کو کوئی فائدہ پہونچا سکتا ہوں نہ تم دونوں ملکر مجھے کوئی نفع پہونچا سکتے ہو پھر اس طرح کی ملاقات سے کیا حاصل۔

بہت کم انسان ہوں گے جو خطا کر کے نادم ہوتے ہوں۔

کیا ہنسی آتی ہے مجھ کو حضرت انسان پر — فعل بد تو خود کریں لعنت کریں شیطان پر

حضرت انسان اشرف المخلوقات ہیں۔ ان کے مقابلہ میں دوسری مخلوق کی خلقت متواضعانہ ہے حضرت انسان کا قد راست و مستقیم اور سارے حیوانات ان کے سامنے ادب سے سر جھکائے ہوئے۔ نباتات تعظیماً استادہ جمادات انکسار اً سر بزمیں افتادہ۔ ساری مخلوق انہیں حضرت کی خدمت کے لئے ہے اور یہ سب کے مخدوم ہیں۔ ان حضرت کو خدا تعالےٰ نے عقل دی، زبان گویائی۔ مگر یہ حضرت عقل سے کام لیتے ہیں تو فساد کا اور زبان سے کام لیتے ہیں تو سختی و درشتی کا "بریں عقل و دانش بباید گریست"

انسان پیدا ہوتے ہی صاحب کمال ہو نہیں جاتا۔ بتدریج کمال حاصل کرتا ہے اور اخلاق حمیدہ رفتہ رفتہ سیکھتا ہے اسی لئے ہدایت فرمائی گئی ہے کہ اللہ کے سے اخلاق بناؤ۔ انسانی عقل رکھ کر نیک کو نیک اور بد کو بد سمجھکر بھی نیک کام نہ کرے تو کیا وہ انسان اور کیا اس کی عقل۔

انسان اگر غور کرے تو معلوم ہوگا کہ اُس کے فرائض دنیوی بہت زیادہ ہیں اور دینی فرائض کم۔ مگر اس پر بھی وہ فرائض دینی سے غافل رہتا ہے۔

اے انسان! تو دنیا کے لئے نہیں پیدا کیا گیا ہے۔ بلکہ دنیا تیرے لئے پیدا کی گئی ہے تو آخرت کے لئے ہے جو دنیا کے مقابل میں بہترین مقام ہے اور تیرا اوّلین فرض عبادت ہے دنیا کی چند روزہ زندگی تک زن و فرزند دوست احباب تیرا ساتھ دیتے ہیں مگر قبر میں سوا اعمال کے ساتھ دینے والا کوئی نہیں ہے۔ دنیا کی چند روزہ زندگی کے لئے تو دنیا بھر کی مصیبتیں اٹھاتا ہے مگر جہاں تجھے ہمیشہ کے لئے رہنا ہے وہاں کی کوئی فکر نہیں کرتا۔

اے مغرور انسان! زر و دولت اور ثروت و حکومت سے تو اپنے کو خدا کو موت کو غرض یاد رکھنے کی باتوں کو بھول بیٹھا ہے۔ مفلسوں کو اپنے مقابلہ میں زمین کے کیڑے سمجھتا ہے۔ اُن کو ذلیل کرتا ہے۔ اُن کا دل دکھاتا ہے۔ اُن پر ستم ڈھاتا ہے۔ اُن کی ہستی تیری نظروں میں چیونٹیوں سے بڑھکر نہیں کہ جب کو چاہا پائمال کر دیا جیسا انسان تو ہے ویسے ہی دوسرے بھی انسان ہیں۔ کیا مال و حکومت کی وجہ سے تیری شان ایسی بڑھ گئی کہ دوسرے تیرے سامنے حیوان سے بھی بدتر ہو گئے۔ کیا تو ہمیشہ رہیگا اور دوسرے فنا ہو جائیں گے۔ ارے نادان! تو بھی فانی۔ سارے انسان فانی۔ سارا جہان فانی پھر اے فانی انسان تجھ کو اس قدر کبر و نخوت کیوں ہے۔ کیا تجھے نہیں معلوم کہ تکبر نے شیطان کا کیا حال ہوا اور فرعون کا کیا مآل ہوا۔ اے مغرور آدمی کیا تو بھی انسان کے مقابلہ میں خدا کے سامنے یہ کہہ سکتا ہے کہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اُس انسان کو مٹی سے ہرگز نہیں۔ تو خاک کا پُتلا ہے تجھے عجز و تواضع زیبا ہے تیری انسانی

خلقت ہے اور ہمدردی تیری فطرت۔ انسان ہو کر انسانیت کو کیوں بدنام کرتا ہے اور اشرف المخلوقات کے معزز لقب کو کیوں بٹا لگاتا ہے۔ عقل ہے تو انسانیت پیدا کر اور سوچ کر انسان کے کیا کیا فرائض ہیں۔

اے ظالم انسان! تجھے تو ظلم و ستم ہی میں لذت ملتی ہے۔ واہ ری لذت اس لذت کا کیا پوچھنا ع کسی کی جان گئی آپ کی ادا ٹھہری۔ ارے ظالم! تو انسان ہو کر انسان پر ظلم کرتا ہے۔ اپنی راحت کیلئے دوسروں کو تکلیف پہونچاتا ہے اپنے عیش کے لئے جبر و تعدی سے دوسروں کے حقوق پر تصرف کرتا ہے۔ اپنی عزت بڑھانے کے لئے دوسروں کو خوار و ذلیل کرتا ہے۔ کیا تو نے انقلاب زمانہ کی حالت کو دیکھا یا سنا نہیں کہ بڑے بڑے ظالم، مغرور و متکبر کس طرح ذلیل و خوار ہو گئے دنیا بھر کی تاریخیں اس کی شاہد ہیں اور ہزاروں چشم دید واقعات اس کے گواہ۔

ع جو اس پر بھی نہ سمجھے تو تو پھر تجھ سے خدا سمجھے

اے زبان دراز! تو نیک و بد میں تمیز نہیں کرتا۔ شریف و رذیل کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکتا ہے۔ افسوس تو دل کو توڑ دیتا ہے۔ تجھے خانۂ خدا کا بھی کچھ پاس نہیں ہوتا۔ تو دل ایذا دیتا ہے۔ اور اس کے عوض بد دعا لیتا ہے۔ دیکھ یہ لین دین اچھا نہیں۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی تجھے بھی دلی صدمہ اٹھانا پڑیگا۔

اے شریف انسان! تیری فطرت نیک ہے تو نیکی کو پسند اور بدی کو ناپسند کرتا ہے تجھے اپنی فکر مطلق نہیں ہوتی۔ دوسروں کی مصیبت تجھ سے دیکھی نہیں جاتی۔ تو امکان بھر دوسروں کی بھلائی کے لئے کوشش کرتا ہے بلکہ اپنے ساتھ بدی کرنے والوں سے بھی نیکی سے دریغ نہیں کرتا۔

اے کریم النفس انسان! اپنے اقبال کے زمانہ میں تو دوسروں کے ساتھ احسان کرتا رہتا ہے۔ سُن غور سے، سُن غیب سے ندا آرہی ہے کہ تجھ پر بُرا وقت نہ آئیگا۔

دل

کشورِ تن کا رئیس، تختِ صنوبری پر متمکن، اعضائے حیات پر حکمراں، کہنے کو دو حرف کا نام، مگر دو جہان کے کام تفویض، بصیرت کی عینک لگائے، انوارِ قدرت کو دیکھتا ہے معرفت کا مزہ پاتا ہے، حقیقت کا لطف اٹھاتا ہے۔ مگر کوئی وفادار ہے کوئی بیوفا، کوئی پاک ہے کوئی نجس، کوئی صبر آزما ہے کوئی ناصبور، کوئی سخت ہے کوئی نرم، پھر کبھی غمگیں ہے کبھی شاد، کبھی بامراد ہے کبھی نامراد۔ ؎

گہے بر طارم اعلیٰ نشینید　　گہے بر پشت پائے خود نہ بینید

اہل دل کے سینہ میں آفتاب ہے اور نااہل کی چھاتی میں داغ۔ کسی کے پہلو سے نکل کر اُس کو بیدل کر دیا، کسی کے سینہ میں رہ کر صاحبدل بنا دیا۔ غرض دل کے ہاتھوں کوئی شادماں ہے، کوئی نالاں۔ کوئی کہتا ہے ؎

ہو جان و یکے بھی تو مداوا سے دل کروں　　کب تک میں اپنے ہاتھ دھر کے ہائے دل کہ دل

کوئی حسرت سے یہ کہکے چپ ہو رہتا ہے ؎

صد غنچہ بشگفت الّا دلِ من　　اے وا دلِ من آہ وا دلِ من

کوئی سراسیمہ ہو کے کہنے لگتا ہے "دل گیا ہاتھ سے لوگوں نے کہا دل آیا!!"
آتش کہتے ہیں ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا　　جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

غالب تو انجی فرماتے ہیں ؎

بساطِ عجز میں تھا ایک دل اک قطرہ خوں وہ بھی ۔ سو رہتا ہے بانداز چکیدن سرنگوں وہ بھی

کوئی روٹھتا ہے تو منتا نہیں کوئی مناتے تو روٹھتا ہے پھوڑے کی طرح دکھ جاتا ہے شیشہ کی طرح ٹوٹ جاتا ہے۔ آدمی کی طرح بیٹھ جاتا ہے ؎

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں ۔ روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

کوئی کہتا ہے، ع "ہم نہ سمجھیں تو کوئی کیا ہمیں سمجھائیگا"

بہرکیف حضرت دل کی باتیں انوکھی ہیں یہی حضرت پارسا بھی ہیں یہی نا بہ ہیزگار و رند خراباتی بھی نیکی کی ترغیب دینے والے ہیں اور یہی بدی کی طرف رغبت دلانے والے کوئی ان کی شان میں کہتا ہے -

دل بدست آور کہ حج اکبر ست ۔ از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر ست -

کوئی ان سے جل کے کہتا ہے۔ ع "دلِ کم بخت دل ہی نے مری مٹی خراب کی"

کوئی اپنے دل سے ناراض، دوسرے کی دلجوئی میں مصروف، کوئی دلداری کرتا ہے کوئی دل آزاری، کسی کے دل کو رنج پہونچتا ہے۔ کسی کو خوشی ہوتی ہے۔ کوئی آہ کرتا ہے تو کوئی واہ ع "ہماری جان گئی آپ کی ادا ٹھہری"

دل کی خواہشیں اچھی بھی ہوتی ہیں اور بری بھی، مگر اچھی خواہشیں بہت کم ہوتی ہیں حالانکہ ان سے دل مطمئن رہتا ہے اور بری خواہشیں بہت ہوتی ہیں جن سے دل پریشان ہوتا ہے مگر لطف یہ ہے کہ پریشانیوں میں کمی ہونے کی جگہ بری خواہشوں کی افراط پریشانیوں کو بڑھاتی جاتی ہے۔ تا وقتیکہ تزکیۂ قلب نہ ہو یہ پریشانیاں گھٹتی نہیں۔ تزکیۂ قلب ہی ہے کہ اہل اللہ کے دل اہل دنیا کے دلوں سے افضل و برتر ہوتے ہیں، و تصفیۂ قلب

ہی ہے کہ ان کے اخلاق وعادات عوام الناس کے اخلاق وعادات کے مقابلہ میں
ایسے ہوتے ہیں جیسے معجزہ کے سامنے استدراج۔ اہل اللہ، عارفؒ اہل دل اہل
نظر ہوتے ہیں اور ان کی چشم بصیرت کے سامنے انوار قدرت جلوہ گر رہتے ہیں
ان انوار کو چھوڑ کر یہ عامۃ الناس کی طرف کیا دیکھیں اور عوام اپنے مکدر قلوب سے ان کو
کیا پہچان سکیں۔ اہل دل سے قطع نظر کر کے اہل دنیا کی طرف دیکھا جائے تو ان کے
سینوں میں بھی دل ہیں۔ ان میں برائیاں ہیں تو خوبیاں بھی ہیں گو دیر سے اور دور
سے سہی مگر ان کے دل میں بھی حق کی طرف جانے والی راہ ضرور ہے ہاں راہ گیروں کی
حالت مختلف ہے کسی نے دور سے روشنی دیکھی مگر اس طرف متوجہ نہیں ہوا۔ کوئی تھوڑی
دور تک پروانہ وار دوڑا آخر واپس چلا آیا۔ کوئی اجل رسیدہ غول بیابانی کے فریب
میں آ کر گمراہ اور منزل سے کوسوں دور رہ گیا۔ ایک پھلجھڑی کو دیکھ کر تجلی طور کی طرف سے آنکھ
پھیر لی۔ دل ایک دوراہہ ہے جس میں ایک رستہ نیکی کی طرف جاتا ہے۔ ایک بدی کی
طرف بعض راہ گیر اصحاب یمین ہیں، بعض اصحاب شمال ہیں۔ اسی ایک دل میں
سب کچھ ہے خلیل لکھنوی نے کیا خوب کہا ہے۔ ع ایک غنچہ میں طلسمات جہاں رکھتے ہیں،،

(سن اے دل! تجھے اپنی خوشی منظور ہے تو پہلے دوسرے کو خوش کر۔

اے دل! سب اعضا سے زیادہ زبان کو اپنے قابو میں رکھ۔

اے دل! ہر چہ بر خود نہ پسندی بر دیگراں ہم مپسند۔

اے دل! تو قابل تعریف جب ہے کہ راحت میں شکر اور مصیبت میں صبر کرے

اے دل! شکر کر۔ شکر نعمت موجب مزید نعمت ہے۔

اے دل! لوگوں کے احسانات کا شکریہ بھی تجھ پر لازم ہے۔

اے دل! مصائب سے منہ پھیرنا ہمت سے بعید ہے۔

اے دل! اپنی راحت کے لئے دوسرے کو تکلیف نہ دے اور اپنے فائدہ کے لئے دوسرے کا نقصان گوارا نہ کر۔

اے دل! اطمینان دل کا سامان پیدا کر۔ وہ کیا ہے؟ ذکر خدا۔

زبان

اے زبان! تیرا کیا کہنا۔ اعضائے انسانی میں بس تو ہی الوان نعمت کی لذتیں اٹھاتی ہے، طلاقت سے بڑے بڑے زباں دانوں کو نیچا دکھاتی ہے، عذوبت سے دلوں پر سکہ بٹھاتی ہے، لینت سے غیروں کو اپنا بناتی ہے، خاموشی سے اپنے وقار و اعتبار کا ڈنکا بجاتی ہے۔ اے عزلت نشیں، عفت مآب، مریم صفت زبان! تو کلید علم و حکمت ہے۔ مظہر حمد و ثنا ہے اور مظہر شان خدا۔ العظمۃ للہ۔ اتنی سی زبان اور تیری یہ شان خدا تجھے چشم زخم سے بچائے دو جہاں میں تیرا بول بالا ہو۔ مگر اے زبان سن رکھ کہیں اپنی شان پر نہ اترانا، فضول نہ کہنا، جھوٹ نہ بولنا، راستی سے پھر نہ جانا، کیونکہ دلوں میں تیری عزت، دلوں پر تیری حکومت راستی ہی سے ہے۔ جب تک تجھ میں راستی ہے اور راستی کے قابو میں تو ہے دہن تیرے لئے جنت ہے تو گویا جنت میں حور ہے آنکھوں میں نور ہے، دل میں سرور ہے، صدف میں گوہر یکتا ہے، کان میں لعل بے بہا ہے، باغ میں گل ہے، گل میں رنگ و بو ہے، بازار میں متاع نقد ہے، محفل میں سرود نشاط و ساز انبساط ہے اور مقبل کے قبضہ میں کلید گنج۔ اگر تو نے راستی کی مخالفت کی تو یہ سمجھ لے کہ تیرا وجود باعث رنج ہے اور سامان جنگ پھر دنیا کے الزام تجھ پر

عائیہ ہیں کبھی تو فتنہ کی جڑ ہے، کبھی فساد کی بنیاد، کبھی کذب و افترا کی علت، کبھی یاوہ گوئی کی اصل۔ غرض ساری خرابیوں کی مصدر ہے۔ اب دہن تیرا مسکن بنایا ہے، ایک محبس ہے، جس میں تو ایک اسیر ہے اور دانتوں سے پابزنجیر۔

(سن اے زبان! راستی کی مخالفت کبھی نہ کر۔ گل بنکر عزیز رہ، خار ہو کر ذلیل و خوار نہ ہو۔ سختی و درشتی سے دلوں کو ایذا نہ دے۔

اے زبان! غصہ کی حالت میں تو وہ شمشیر ہے جس کا زخم کبھی اچھا نہیں ہوتا۔ مگر یہ بھی جان لے کہ انتقام کا وار بھی خالی نہ جائیگا۔ اور یہ وار بھی زخم کو ناسور ہی بنا کے چھوڑیگا۔ غضب کے وقت تو ایک خونخوار تلوار بن جاتی ہے اور غضب یہ ہے کہ میان ہی میں اپنا کام کر جاتی ہے۔ مگر یاد رکھ تو بھی غضب کی آگ سے نہ بچ سکیگی۔ غصہ کے وقت تجھے راستی کے قابو اور حلم کی پناہ میں رہنا چاہیئے۔

اے شخص سانپ کاٹ کے پلٹے تو غم نہ کر ہشیار رہ پلٹ کے نہ کاٹے زباں کہیں

اے زبان! دو باتیں سن پھر ایک بات کہہ۔ کیونکہ تو ایک ہے اور کان دو ہیں۔

اے زبان! ہر بات کو پہلے سوچ پھر بول۔ سوچے بغیر کوئی بات تجھ سے نکل جائیگی تو وہ "تیر از کمان جستہ" ہے۔ ہدف ملامت تجھی کو بننا پڑیگا۔

اے زبان! فضول گوئی سے خاموشی اچھی ہے۔ فضول گوئی وقار کھوتی ہے اعتبار کھوتی ہے۔ "خموشی معنئ دارد کہ در گفتن نمی آید"

اے زبان! نہ کہنے کے وقت کہنا اور کہنے کے وقت نہ کہنا نادانی ہے اور نادانی باعث پشیمانی ہے۔

اے زبان! تو کام کی جبھی ہے کہ تیرے مواعظ و نصائح سے لوگ مستفید ہوں۔

اے زبان! تو اگر سچی ہے تو سچا موتی ہے اور جھوٹی ہے تو جھوٹا موتی۔ دونوں

کی قدر و قیمت عیاں ہے رعیاں راچہ بیاں ؟

اے زبان! ذکر خدا کیا کر اس سے تو پاک اور صحیح و سلامت رہیگی۔ ورنہ نجس و بیمار اور ذلیل و خوار۔

اے زبان! عیب و ہنر تیری ہی بدولت ظاہر ہوتا ہے۔ اگر تجھ میں کوئی عیب ہے تو خاموشی تیرے لئے اظہار ہنر ہے۔

اے زبان! تو اگر شیریں ہے تو سب تجھ سے خوش اور تلخ ہے تو سب تجھ سے ناخوش۔ سب کو ناخوش رکھ کر تو کیونکر خوش رہ سکتی ہے۔

آنکھ

اعضائے انسانی میں آنکھ دیکھنے کے قابل چیز ہے۔ خدائے دانا و بینا ناظر و بصیر کی عین مہربانی ہے جس نے ہمیں اور نعمتوں کے ساتھ یہ نعمت عظمےٰ بھی عطا فرمائی۔ اسی کے ذریعہ سے ہم دنیا کی بہت سی چیزوں کو دیکھتے ہیں اور لطف اٹھاتے ہیں سیر و تفریح کی لذت پاتے ہیں۔ طرح طرح کی مخلوقات اور اقسام کے مصنوعات اسی آنکھ کے آئینہ میں ہمیں صاف نظر آتے ہیں۔ علوم و فنون کے اکتساب کا بہترین ذریعہ آنکھ ہی ہے۔ مناظر قدرت و مظاہر حکمت کے دیکھنے کا یہ وہ آلہ ہے جسے ید قدرت نے بنایا ہے۔ قدرت کی صناعی کا پوچھنا ہی کیا۔ ایسی چشم نگراں کوئی بنا تو دے نقل اتارنے کو اتار دے تو اس میں نظر کا جادو کہاں۔ اگر اصلی عین نہ ہو تو عینک کیا کام دے سکے خدا عین الکمال سے بچائے سہ

پری جمال بشر تو ضرور ہوتا ہے　　　اگر ہو آنکھ بھی اچھی تو حور ہوتا ہے

انسانوں میں جیسے نیک و بد انسان ہوتے ہیں اسی طرح مردمِ چشم نیک بھی ہوتی ہے
اور بد بھی۔ اگر بد نظری ہو تو دل کی آنکھ کو بھی ضرر پہونچائے بغیر نہیں رہتی۔ دل کی آنکھ
میں نورِ بصیرت ہوتا ہے جس کے سامنے عقل و شعور اور عرفانِ الٰہی کے مناظر جلوہ گر
ہوتے ہیں۔ مگر یہ نور ہر ایک دل میں نہیں ہوتا۔ جو نظر اچھے برے کی تمیز کرے۔ بری
چیزوں سے آنکھ پھیر لے، اچھی چیزوں کو آنکھوں میں جگہ دے تو پھر یہ پاک نظری
عفت کے نور سے چشمِ سر کو معمور کر کے چشمِ دل کو بھی منور کر دیتی ہے کسی کو بد نظری
سے دیکھو، مخربِ اخلاق کتابیں پڑھو تو اس کا لازمی نتیجہ بدنامی و تلخکامی ہے۔ خدا
نے ایک چھوڑ دو آنکھیں دو کان دئے۔ اس پر بھی جو نظرِ غائر سے اچھی چیزوں کو نہ دیکھے
اور گوشِ شنوا سے اچھی باتوں کو نہ سنے تو اس سے زیادہ بدبخت کون ہو سکتا ہے۔
آنکھ خانۂ دل کا دروازہ ہے اگر اس رستے بدی آئے تو دل کے سوا کہاں جائے۔
آنکھ نہ صرف ظاہری چیزوں کو ہمیں دکھاتی ہے بلکہ باطنی جذبات اور اندرونی حالات
غیظ و غضب، حرص [illegible]، شرم و حیا، شوخی و شرارت، کدورت و نفرت، مروت و محبت
آنکھ کے ذریعے سے ہمیں معلوم ہو جاتے ہیں۔

چشمِ روشن چہرہ کی زینت ہے بشرطیکہ اس میں عفت کا نور ہو ورنہ بد نگاہی
باعثِ روسیاہی ہے۔ افسوس ہے کہ آدمی آنکھ رکھ کے جاہل و نادان اور بے
عقلی سے پریشان و پشیماں رہے۔ آنکھ بے شک بڑی نعمت ہے اور اس نعمت کا شکر نظر
کی عفت ہے جس سے دارین میں آبرو اور عزت ہے وہ آنکھ جو ملاہی و معاصی میں مبتلا
کر دے مستحقِ ذلت و حقارت ہے۔ بزرگوں کی نگاہ میں جادو اور کیمیا کا اثر کیوں
کہا جاتا ہے وہ پاک نظری کی وجہ سے۔

خدا دیکھنے کی آنکھ دے، خود بینی سے بچائے، خدا بینی کی بصیرت عطا کرے۔
افسوس ہے کہ آنکھوں والا بصارت کی قدر نہیں کرتا۔ اُس اندھے سے پوچھو جس کی
بصارت بینائی سے لذت اٹھانے کے بعد جاتی رہی ہو تو دیکھو وہ کس حسرت سے
اس نعمت کے زوال کو وبالِ جان بتاتا ہے۔ نابینا کے حق میں نور و ظلمت ایک ہی
تانبا اور سونا برابر ہے، جھوٹا سچا موتی مساوی ہے ہیرا اور کنکر یکساں ہے۔
بدصورت اور خوبصورت ایک سا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ بینا فضائے عالم کی نضارت
سے دن رات نظر آنے والی خوشنما چیزوں اور نظر سے گزر کر دل میں بیٹھ جانے والی
دلکش شکلوں سے دل بہلاتا اور جی خوش کر لیتا ہے۔ دن کو سبزہ زار کی سیر تو رات
کو چاندنی کی بہار سبحان اللہ بصارت بھی کیسی نعمت ہے مگر اس کی جیسی قدر چاہیئے
نابینا کرتا ہے۔ سچ ہے "قدرِ نعمت بعد زوال"۔

گر آنکھ ہے تو باطنِ انساں کی سیر کر — کیا کیا طلسم ذہن میں مشتِ غبار ہیں

(دیکھ اے آنکھ! اچھی بری چیزوں کو اچھی طرح دیکھ۔ پھر اچھی چیزوں کو آنکھوں
پہ بٹھا اور بری کو نظروں سے گرا دے۔
سن اے آنکھ! بدنگاہی سے بچ اگر تجھ میں بدنگاہی پیدا ہو گئی تو یہ تیرے
حق میں بلائے بد ہے۔
اے آنکھ: شرم و حیا کر اور یہی تیری خوبی ہے۔
اے آنکھ! مروت سے آنکھ نہ پھیر کیونکہ ہر دیکھنے کی چیز آنکھوں میں
مروت ہی تو ہے
اے آنکھ! کسی کو حسد سے نہ دیکھ۔ حرص و طمع نہ کر۔ اس سے

پنج کے سوا کچھ حاصل نہیں۔

اے آنکھ! اگر تو حور وش ہے تو مقصورۂ عفت ہیں تجھے عزلت گزیں ہو جانا چاہیئے کہ حور کی طرح تجھے کوئی نہ دیکھ سکے۔

اے آنکھ! غیظ و غضب کی شرر افشاں نظر سے ہمیشہ نہ دیکھا کر کہ لوگ تجھ سے متنفر نہ ہو جائیں

اے آنکھ! کسی کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھ کہ وہ بھی تجھے حقارت سے نہ دیکھے

اے آنکھ! بصارت سے علم و کمال حاصل کر کے بصیرت پیدا کر۔

کان

صانع قدرت نے یہ آلہ بھی عجیب بنایا ہے۔ دلکش آوازیں، مفید باتیں اس کے ذریعہ سے دلنشین ہو جاتی اور روح کی غذا بنتی ہیں سبحان اللہ قوت سامعہ بھی کیسی نعمت عظمیٰ ہے۔ خدا کی دی ہوئی نعمتیں ایسی ہیں کہ ویسی نعمتیں ایک انسان دوسرے انسان کو نہیں دے سکتا۔ آنکھ، ناک، کان، زبان صانع قدرت کے وہ آلات ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی بیکار ہو جائے تو انسان کی قدرت نہیں کہ پھر اس کو کارآمد بنا سکے۔ اندھے کو چشم بینا، بہرے کو گوش شنوا، گونگے کو زبان گویا کیا انسان دے سکتا ہے، ہرگز نہیں۔ پھر تعجب ہے کہ انسان ایسی ایسی نعمتیں پا کر خدا کا شکرگزار نہ ہو۔ ذرا سی تکلیف پہونچے تو وہ اپنے خالق، اپنے رزاق کی شکایت کرنے لگے۔ وہ بھی کس سے اپنے جیسے لوگوں سے اور یہ نہ سوچے کہ اس میں اس کا اپنا قصور ہے یا اس رؤف و رحیم خدا نے ناحق بھی تکلیف دی ہے۔ حالانکہ خدا کسی کو تکلیف مالایطاق نہیں دیتا اور ہدایت فرماتا ہے

کر اپنے ہاتھوں آپ تکلیف نہ اٹھاؤ۔ افسوس ہے کہ انسان راحت میں تو خدا کا شکر نہ کرے اور مصیبت میں (جو وہ اپنے ہاتھوں مول لیتا ہے) خدا کی شکایت کرے۔

خدا نے انسان کو جتنے اعضا دیئے ہیں اُن سے لذت حاصل کرنے کے لئے دنیا میں ہزاروں نعمتیں بھی پیدا کر دی ہیں اور ان نعمتوں سے جائز لذت اٹھانے کی اجازت بھی دیدی ہے۔ اپنے جسم کی راحت اپنی روح کی لذت اور یہی خدا کا حکم بھی اور شکر نعمت کرنے پر زیادہ عطا کرنے کا وعدہ بھی۔ اس پر بھی حضرت انسان کفران نعمت کئے جاتے ہیں۔ کہنے سننے دیکھنے اور کھانے پینے کی بیشمار اچھی چیزیں موجود۔ مگر راغب ہوں گے تو بری چیزوں کی طرف جو تکلیف دینے والی اور عزت لینے والی ہوں عقل نہ رکھتے ہوں تو اہل خرد کی نصیحت بھی نہیں سنینگے انسان ہو کر اپنے کو حیوانوں کی طرح بنا دینگے اور پھر سمجھینگے کہ ہم بھی انسان ہیں۔ واہ ری انسانیت۔

کان اور اعضا کی طرح چہرہ کی زینت ہے خصوصاً صنف اناث کے لئے کان تو ظاہری زیب و زینت سے کان ہو ہوتے ہیں۔ انتیاں، بالیاں، کرن پھول، جھمکے، بندے وغیرہ کان کی شان کو دوبالا کرنے والے زیور ہیں تعلیم و تعلم کو کانوں سے جو مدد ملتی ہے ظاہر ہے۔ عورتیں ظاہری زینت کی طرح باطنی زینت یعنی استماع وعظ و نصیحت کی طرف کان لگائیں تو زنان جہاں سے حوران جناں ہو جائیں مگر اکثر عورتیں زیور پہنکر اپنے کانوں کو کانِ در سمجھتی ہیں اور بعض تو زیور بکثرت پہنکر کان کی خوبی کو بگاڑ لیتی ہیں وہ پھٹ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹیں کان ؎

(عورت ہو یا مرد استماع مواعظ ونصائح سے کان کو کان زر بنا لینا چاہیئے۔

اے انسان! مواعظ ونصائح پر کان لگا۔

اے انسان! بُری باتوں کو سن کر دل میں جگہ نہ دے تا اُن کے نتائج تیری تکلیف دہی اور آبرو ریزی کا باعث نہ ہوں۔

اے انسان! جن جن باتوں کو سننا تو پسند نہ کرے اُن کو دوسرا کیوں سننے کر

اے انسان! اچھی باتیں سن اور اچھی باتیں سنا۔ ع! "ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے"

اے انسان! خدا سمیع وبصیر ہے تیری ہر ایک بات کو سنتا اور تیرے ہر ایک کام کو دیکھتا ہے۔ پس تو جو بات یا کام کرنا چاہتا ہے یہ سمجھ کے کر کہ خدائے سمیع وبصیر حاضر و ناظر ہے۔

اے انسان! حق بات کے کہنے میں تامل نہ کر۔ اس پر کوئی تجھے ملامت کرے تو ایک کان بہرا کر ایک گونگا۔

اے انسان! ایک کی طرف سے دوسرے کے کان نہ بھر۔ تو خود بھی تکلیف اٹھائیگا۔

اے انسان! نصیحت سننے کے بعد تیرے کان پر جوں نہیں رینگتی۔ اس کا یہ سبب ہے کہ بری باتوں سے تیرے کان بھر گئے ہیں۔ اصلاح کی تدبیر یہ ہے کہ نصائح پر کان لگانے اور مواعظ کو کان دھر کے سُن۔

اے انسان! کان کا کچا نہ بن۔ دھوکا کھائیگا۔

اے انسان! کوئی تیری برائیاں بتائے تو کان کھول کے سُن۔ اُن کے

ترک کرنے سے فائدہ اٹھائیگا۔

اے انسان اسے

اک بات میں کہتا ہوں اُسے کان میں رکھنا
وہ یہ کہ نصیحت کو مری دھیان میں رکھنا

ہاتھ

دست قدرت کے قربان جائے کہ اُس نے انسان کو آنکھ، کان، ناک، زبان کے ساتھ کام لینے کے لئے ہاتھ بھی عطا کئے۔ یہ انسان کی بڑی امداد و دستگیری کرتے ہیں دنیا میں جتنی دستکاریاں، صنعتیں اور کارآمد چیزیں نظر آتی ہیں وہ ہاتھ ہی کی جدت طرازی کے کرشمے ہیں۔ آنکھوں کو خوش کرنے کے لئے قابل دید چیزیں، کانوں کو خوش کرنے کے لئے خوش آہنگ ساز، دماغ کو خوش کرنے کے لئے مشکبو عطریات، زبان کو خوش کرنے کے لئے لذیذ غذائیں ہاتھ ہی تیار کرتا ہے۔ یہ صاحب السیف والقلم ہے۔ اس کے قبضہ میں شمشیر دے دو تو رستم و سہراب کی جرأت و شجاعت اور قلم حوالہ کردو تو سعدی و خاقانی کی فصاحت و بلاغت کو ظاہر کر دیتا ہے۔ سارے آلات و اسلحہ اور ساری کتابیں اسی کی محنت و مشقت کا نتیجہ ہیں۔ اسی ہاتھ نے ضحاک سے ظلم و ستم اور حاتم سے سخاوکرم کا کام لیا۔ اسی ہاتھ نے کسی کو تباہ اور کسی کا نہال کر دیا۔ اس سے دنیا میں اچھے کام بھی ہوتے ہیں اور بُرے بھی۔ مگر قابل تعریف وہی ہاتھ ہے جس میں کمال و ہنر ہو ورنہ آئین عالم آئینہ کی طرح یہ صاف دکھا رہا ہے کہ ظلم و ستم کی تلوار

ہتھکڑی پہناتی اور شر و فساد کا قلم مصیبت وغم کے ہاتھوں میں پھنسا دیتا ہے۔
اگرچہ سارے کام ہاتھ سے ہوتے ہیں مگر کام لینے والا انسان ہے۔ ہاتھ نہیں چاہتے
کہ کوئی جرم کریں۔ سارے جرائم انسان کے ارادہ سے ہاتھ کے ذریعے سرزد
ہوئے ہیں یہ حضرت انسان کے بس میں ہیں وہ ان سے اچھا یا برا جیسا کام لیتے
ہیں اس کے کرنے میں یہ تامل نہیں کرتے ہاتھ کسی کام کو ادھورا چھوڑنا یا بگاڑنا
نہیں چاہتے۔ یہ انسان کی مرضی پر منحصر ہے کہ کام کی تکمیل اور خوبی کا خیال رکھے
یا اس کو عجلت و بے صبری سے بگاڑ دے۔ سوچ سمجھ کر اچھا کام کرے یا برا۔ وہ
انسان نہایت ہی بدبخت ہے جو ایسے بے بہا آلات اپنے پاس رکھ کر ان سے
عمدہ کام نہ لے۔

(اے انسان! کیا یہ تیرے ہاتھ کی بات نہیں ہے کہ نیک کاموں میں تو
دوسروں کا ہاتھ بٹائے! ضرور ہے۔ مگر جب تو برے کاموں میں ہاتھ ڈالے
تو پھر تجھ سے ہاتھ اٹھا بیٹھنا لازم ہے۔

اے انسان! جب عقل تیرا ساتھ دیتی ہے تو عجیب عجیب کارہائے نمایاں
تیرے ہاتھ سے ہوتے ہیں۔ لب تیرے ہاتھ پاؤں چومنے کی تمنا کرتے ہیں
اور تجھے دعا دیتے ہیں کہ تیرا ہاتھ اونچا رہے۔

اے انسان! لوگوں کو نفع پہونچانے میں خوب ہاتھ پاؤں مار۔ پھر دیکھ کہ دل
مراد و گوہر مقصود تیرے ہاتھ آتا ہے۔

اے انسان! اگر تو کسی زبردست بدخو کا زیردست ہے تو پھر تیرا ہاتھ زیر سنگ
دبا ہوا ہے۔ وہ تیرے ہاتھ بندھوا کر اور تیرے ہاتھ پاؤں توڑ کر رکھ دیگا۔

اے انسان! غصہ کے وقت ہاتھ میں چھڑی یا چھری لینا ہاتھ پر سانپ کھلانا ہے
اے انسان! تو ہمت کے ہاتھ پر ہاتھ مار کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھکر نہ بیٹھا رہوں گا
کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلاؤنگا کسی کے ہاتھ کو نہ تکونگا۔ شرافت ہے تو حرص و
ہوس سے ہاتھ کھینچ اور پاؤں پھیلا دے۔ جوانمردی ہے تو گرتے کا ہاتھ پکڑ۔
اے انسان! ہنر سیکھنے کی کوشش کر۔ اگر کمال و ہنر تیرے ہاتھ چڑھ جائے
تو پھر تیرا ہاتھ تنگ نہ ہوگا۔
اے انسان! تیرا ہاتھ چلتا ہو تو کسی کی دستگیری کر کسی پر دست درازی نہ کر۔
اے انسان! جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ بدی کر کے ہاتھ دانتوں سے نہ کاٹ۔
اے انسان! تیرے ہاتھ میں ہنر نہ ہو تو فراغت سے ہاتھ دھو بیٹھ۔
اور اتنا سمجھ لے کہ جس ہاتھ میں کوئی ہنر نہ ہوگا اس میں ہتھکڑی ہوگی۔
اے انسان! بُرے کام میں کبھی ہاتھ نہ ڈال اور بُرائی کی مخالفت میں ہاتھ
دھو کے پیچھے پڑجا۔
اے انسان! ہاتھ نہ رنگ۔ منہ کالا نہ کر۔
اے انسان! ظلم سے ہاتھ روک لے تا سر پہ ہاتھ رکھکر رونا یا ہاتھ سر سے
اٹھانا نہ پڑے۔ تیرے ہاتھ سے ہو سکے تو مظلوموں کے سر پر ہاتھ رکھ۔ موقع کو
ہاتھ سے نہ جانے دے۔ مایوسی کے مقابلہ میں ہمت کی سپر ہاتھ سے نہ ڈال دے
ہاتھ کا جھوٹا نہ بن اور پھر ندامت و ذلت سے ہاتھ کاٹ کاٹ نہ کھا۔ احسان کر
(ہاتھ کا دیا ساتھ چلے) کسی کے بُرے وقت میں ساتھ دے اور اس سے
سلوک کر۔ (ہاتھ کا دیا آڑے آئے) یاد رکھ۔ ہاتھ کا سچا عزت پیدا کرتا ہے

شن روپیہ پیسہ ہاتھ کا میل ہے۔ اس کے لئے حرص کر کے ذلیل نہ ہو۔ رذیلوں
کے ہاتھ کے نیچے نہ آجا اور کمینوں کے پیچھے نہ پڑ۔ وہ جا خوار و رسوا ہو جائیگا۔
فضول کام سے دست افسوس ملنا پڑیگا۔ کوئی کمال تیرے ہاتھ لگ گیا تو تجھ
مالا مال ہو گیا۔ بے ہنر کے لئے وصف اضافی کوئی فخر کی بات نہیں ہے دیا ہاتھ
مال نہ گات مال دھنوتی جیات مال) مقدرت کے زمانہ میں خلق خدا کا دل ہاتھ
میں لے۔ احسان کر کے نہ جتا ہاتھ میں دے روٹی اور سر پہ مارے جوتی
کسی کسی کے ساتھ ہاتھا پائی کرلی شرافت کا شیوہ نہیں۔ تیرے ہاتھ سے
کسی کا کام نکلتا ہے تو پھر ٹال نہ کر۔

تاثیر الفاظ

باری تعالےٰ عزاسمہ کے نام پیغمبروں کے نام بزرگان دین کے نام ایسے
مبارک و مقدس نام ہیں اور ان کے علاوہ ایسے بہتیرے بالشان الفاظ ہیں جو
زبانوں پر چڑھے ہوئے ہیں دلوں میں اترے ہوئے ہیں۔ قیامت تک یوں
ہی اپنا اثر کرتے رہینگے اور اپنا سکہ بٹھائے جائینگے۔
اللہ کی عظمت و شان اللہ ری عظمت و شان العظمۃ للہ۔ زبان سے
ادب کے ساتھ نام نکلتا ہے۔ کان خموشی سے سنتے ہیں اور سر اپنا فریضہ
ادا کرنے کے لئے جھک جاتا ہے۔ رہتی دنیا تک کوئی اُس کے نام کی تسبیح پڑھتا
رہیگا۔ کوئی مالا جپتا رہیگا۔ مسجدوں میں اذانیں ہوتی رہینگی۔ دیریں ناقوس
پھنکتے رہینگے غرض اُس ایک خدا کو بیشمار ناموں سے بحساب بندے یاد کرتے

رہینگے۔ اُس کی یاد کو عبادت اور عبادت کو وسیلہ نجات سمجھتے رہینگے۔

پیغمبر خدا کے خاص بندے ہیں عام لوگوں کی تعریف سے مستغنی۔ لوگوں کی تعریف کے لیے انہوں نے کوئی کام نہیں کیا۔ اللہ کے پیام بندوں کو پہنچاتے رہے اور دین کے کام میں دنیا بھر کی تکلیفیں اٹھاتے رہے ان کے رتبۂ بلند کا ہمیشہ بول بالا رہیگا۔

بزرگوں کی تحسین و عظمت جمہور انام سے اُن کے افعال حمیدہ و اقوال پسندیدہ افضل و اکمل ہونے کے باعث ہوا کرتی ہے۔ یہ لوگ خود اچھے ہوتے ہیں اور بروں کو اچھا بنا دیتے ہیں زندگی تک ان کا آستان فیض بنیان مامن انام ہوتا ہے اور مرنے کے بعد بھی ان کے مزارات پر فاتحہ خوانوں کا ازدحام ہوتا ہے۔

بر زمینیکہ نشان کف پائے تو بود — سالہا سجدۂ صاحب نظران خواہد بود

تغیرات عالم کا اثر جب باقی نہ رہیگا تو رہے نام اللہ کا اپنا خاص اثر دکھائیگا۔ رئیس، بادشاہ، شہنشاہ، سلطان اور اس کے مرادف الفاظ صفات موصوف کی عظمت و شان کا ایک غیر معمولی اثر دلوں میں پیدا کرتے ہیں۔ بادشاہ دنیا میں خدا کا سایہ کہلاتا ہے اور دنیا اُس کے سایہ میں زندگی بسر کرتی ہے خدا اُس پر اُس کی عدالت سے مہربان ہوتا ہے، مخلوق خدا پروردہ مہربان اور مخلوق خدا اُس کی تابع فرمان۔

وزیر، امیر، نواب، حاکم، دولت مند کے الفاظ بھی مدارج و مناصب کے لحاظ سے عامۃ الناس پر گہرا اثر رکھتے ہیں۔

عالم وفاضل پیر ومرشد کے الفاظ کا اثر قلوب پر خاص کیفیت کے ساتھ پڑتا ہے بشرطیکہ موصوف بھی اوصاف جمیلہ میں عام لوگوں سے ممتاز اور بالذات پاکباز ہو۔

الفاظ اپنی عزت وعظمت سے موصوف کو معزز ومکرم بنا دیتے ہیں۔ فضائل کے لحاظ سے کوئی فاضل ہے کوئی افضل۔ اگر کسی میں جوہر قابل نہ ہو تو اس کے حق میں الفاظ ناشناسی سے آبرو ہو جاتے ہیں اور ناقابلیت کے علم سے الفاظ کا اثر کم ہوتے ہوتے معمولی اور مبتذل ہو جاتے ہیں۔ میرے خیال میں اکثر الفاظ کی تذلیل ان کا بے موقع استعمال اور بیجا اختیار ہے۔

نیک آدمی ہزاروں میں ایک ہوتا ہے۔ کسی کا اپنی ذات کے لئے نیک ہونا اچھی بات تو ہے لیکن کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ بہت اچھے وہ لوگ ہیں جو لوگوں کو نفع پہونچاتے ہیں۔ بُرے لوگوں کو ان کی زندگی ہی میں کوئی نہیں پوچھتا اور نیک لوگ تو مرنے کے بعد بھی عزت سے یاد کئے جاتے ہیں۔ ان کا کیا پوچھنا بعض کے یہاں تو وہ پوجے بھی جاتے ہیں۔ نیک اور بد یہ دو لفظ ہیں جو اپنے معنے کا قلوب پر جدا جدا اثر کرتے ہیں۔ کسی کے متعلق نیک کا لفظ سنا جاتا ہے تو جی خوش ہو جاتا ہے۔ اور بد سے تو نفرت ہونے لگتی ہے۔ شیطان برائی سے مشہور ہے اور سارا جہان اس سے نفور۔ نوشیروان کا نام عدل سے زبان زد خاص وعام ہے۔ حاتم، معن، فضل، جعفر آسمان سخاوت کے چار چاند تھے۔ یہ کیا ان سے بھی زیادہ نیک لوگ دنیا میں گزرے ہیں جن کے احسان عام اور کرم عمیم کے آفتاب آثار کارنامے قیامت تک اپنے فیوض کی شعاعوں سے سارے عالم کو منور

کرتے رہینگے۔

اثر کے لحاظ سے دوست، حبیب، محبوب وغیرہ الفاظ بھی کیسے دلکش اور کتنے پیارے ہیں بخلاف اس کے دشمن اور رقیب کا لفظ کیسا دل آزار ہے

مخدوم، حاکم، مربی کے الفاظ اُس وقت تک مرغوب ہیں کہ خادم و محکوم و تابع کے ساتھ اُن کی شفقت کا سلوک خوش آیند الفاظ کے ساتھ رہے۔

نیکی کے سب الفاظ معزز و محترم ہیں جن افراد پر وہ موقع و محل سے عملاً منطبق نہ ہوں تو وہ نیک اور قابل تعظیم کیونکر ہو سکتے ہیں۔

افسوس ہے کہ اکثر لوگ سخت سست الفاظ سے دلوں کو دکھ پہنچاتے ہیں دل ستم زدہ کی آہ کا وہ پُر اثر لفظ ہے جو اپنی پرمعنی حیثیت سے کبھی بے اثر نہیں ہوتا۔

انسانی طبائع مختلف ہیں اس اعتبار سے برے الفاظ کا بعض پر اچھا اثر پڑتا ہے اور اچھے الفاظ کا برا۔ کبھی سخت الفاظ نرمی کا کام دیتے ہیں اور کبھی سختی کا اثر پیدا کرتے ہیں۔ بعض اوقات تو سخت الفاظ ہی مفید ہوتے ہیں اگر اُن کی جگہ نرم الفاظ استعمال کئے جائیں تو غیر مفید ہوں بچوں کی تعلیم و تہذیب کے لئے حسب موقع کبھی سخت اور کبھی نرم الفاظ کا استعمال نہایت مفید و موثر ہوتا ہے گو بچوں کو سخت الفاظ اُن کی نادانی کی وجہ سے اچھے نہیں معلوم ہوتے ہیں بعض محل پر برے الفاظ بے اثر ہوتے ہیں مثلاً کم سن بچوں یا مجنون کی گالیاں۔ پُر اثر الفاظ بعض آدمیوں کے منہ سے نکل کر بے اثر ہو جاتے ہیں جیسے عالم بے عمل اور شیخ مکار و ریاکار کی نصیحت

دلفریب، خوشی کے بہت سے الفاظ ہیں مثلاً شادی، نکاح، منگنی، بیاہ وغیرہ خوشی کی تقریبوں کے الفاظ۔ پھر نوکری، ترقی، اضافہ سب خوش آئند اور خوشگوار ہیں۔ معطلی، برطرفی، جرمانہ، سزا، ڈگری، وارنٹ، قید، قتل، موت، سننے والوں کے لئے بہت المناک اور بدکاروں کے حق میں کیسے وحشتناک ہیں۔

غرض بہت سے وحشت انگیز الفاظ ہیں کہ دنیوی معاملات میں ان کے سننے کے لئے کانوں کو مستعد رہنا چاہیئے اور تسکین بخش و راحت رساں الفاظ الفاظ کے استماع کے متوقع۔

نادان الفاظ کے زشت و خوب اثرات کو نہیں جانتے اس لئے ان کو چار ناچار اپنی نادانی کا ثمر تلخ چکھنا پڑتا ہے۔ اگر لوگ سوچ سمجھ کر مناسب الفاظ کا استعمال کریں تو نامناسب الفاظ کے استعمال سے نہ دوسروں کو ایذا پہنچے نہ خود کو رنج اٹھانا پڑے۔ انسان کا لفظ جملہ افراد پر حاوی ہے مگر کوئی عالم ہے کوئی جاہل، کوئی ناقص ہے کوئی کامل، کوئی ظالم ہے کوئی عادل، کوئی لئیم ہے کوئی باذل، کوئی نادان ہے کوئی عاقل، کوئی نااہل ہے کوئی قابل، کوئی مکار کوئی نادان، کوئی ولی کوئی شیطان، یہی انسان خدائی کا مظہر بھی ہے اور خود نمائی کا مظہر بھی۔ اور یہی انسان ہے کہ منبع شرافت بھی ہے اور مجمع شرافت بھی

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا   آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

بعض الفاظ اپنے اثرات کے اعتبار سے جاندار ہیں اور بعض بے جان بعض زندہ لوگوں کی زبان سے بے جان الفاظ نکلتے ہیں اور بعض کے ایسے جاندار ہیں کہ قیامت تک ان شاء اللہ تعالیٰ زندہ رہینگے یہ کیا ہیں۔ علما و فضلا کے

تصانیف میں جنت بڑشت سست بہ جریدۂ عالم دوام ما" کی مہر لگی ہوئی ہے۔

رعب، ہیبت، خدمت و اطاعت کے لحاظ سے حیوان کے نام کے الفاظ بھی موثر ہیں ہر قسم کے اعتبار سے اثر جدا جدا ہوتا ہے۔ شیر، ببر، چیتا، بھیڑیا وغیرہ یا ہاتھی، گھوڑا، گائے، بیل وغیرہ سیر و شکار یا خرید و فروخت کے اعتبارات سے خوف، خوشی، غم کے اثرات لوگوں کے دلوں میں ڈالتے ہیں۔

جمادات و نباتات کے نام میں بھی اثرات ہیں۔ لعل، گوہر، الماس، یاقوت، چاندی، سونا یہ کیسے خوش آیند اور کتنے پراثر الفاظ ہیں۔ آم، خربوزہ، انار، سیب، سنگترہ، اناس کس قدر مرغوب طبع عامۃ الناس ہیں۔ یہ سب کچھ بھی جب تک لفظ ہی لفظ ہوں اور معنے ان سے استفادہ کی توقع نہ ہو تو ان کے استعمال پر "ہرگز گفتن سے منہ میٹھا نہیں ہوتا"۔

اہانت کے الفاظ گدھا، بے وقوف، احمق، بیل وغیرہ رنج دیتے ہیں اور ہمت افزا الفاظ بہادر، شجاع، رستم، شیر وغیرہ دل بڑھاتے ہیں بعض وقت اچھے لفظ نا اہل کے حق میں توہین کا اثر کرتے ہیں۔ جیسے احمق کو دانا، نامرد کو شیر، فقیر کو امیر کہنا۔ اور بعض لوگوں کو ان کی عزت سے زیادہ معزز لفظ خوش بھی کر دیتے ہیں جیسے چپراسی کو جمعدار، دفعدار کو جماعہ دار، اہل کار کو صیغہ دار، منشی کو مولوی کہہ دینا۔ خوشامد کے خوش آیند الفاظ بھی کو اچھے معلوم ہوتے ہیں سچ "خوشامد ہر کرا گفتی خوش آمد"، حال آنکہ خوشامد دروغ بیانی و ظرافت ہے۔

یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اچھے لفظوں میں اچھا اثر نہیں ہوتا، ضرور ہوتا ہے جو زبانوں سے نکلتے ہیں تو شیریں ہوتے ہیں اور سنے جاتے ہیں تو خوشگوار

الفاظ علم و حکمت کی ساری دنیا بندۂ احسان ہے اور جادو بیانی سے سحر انسانی ہے
معانی میں سب کا کچھ نہ کچھ حصہ ہوتا ہے لیکن الفاظ ہی ہیں جن کی فصاحت
و بلاغت سے معانی کی شان دوبالا ہو جاتی ہے اور الفاظ ہی ہیں جو معانی کو
عدم سے وجود میں لاتے ہیں۔ بایں ہمہ معانی کی شان الفاظ سے اعلیٰ ہے
اگر معانی میں خوبی نہ ہو تو الفاظ میں بھی حسن نہ آئیگا گویا الفاظ کا حسن معانی کی
خوبی ہی پر موقوف ہے جیسے معانی ہوں گے الفاظ کا ویسا ہی اثر قلوب پر پڑیگا

اتفاق

میل۔ ملاپ میل جول۔ دوستی۔ محبت۔ اخلاص۔ ملاقات۔ موافقت
سازگاری۔ اتحاد۔ اختلاط۔ ارتباط۔ ربط ضبط۔ یکدلی یک جہتی۔ یگانگی۔ ایکا۔
سنجوگ یہ سب الفاظ اتفاق کے مرادف و ہم معنی ہیں اتفاق سے ایک دوسرے
کی حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔ اتفاق سے مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔ اتفاق
سے ایک شخص دوسرے کی مدد کرتا ہے اتفاق سے امن قائم رہتا ہے امن کا
خواہاں کون نہیں۔ مدد کی حاجت کس کو نہیں تمدن کی بنا اتفاق پر قائم ہے
"ہمہ از اتفاق می آید" اگر اتفاق نہ ہو تو نظام عالم بگڑ جائے۔ تاریخیں گواہی
دے رہی ہیں کہ دنیا میں ساری خرابیاں نا اتفاقی سے پیدا ہوئیں۔ نا اتفاقی
کی برائیاں اور اتفاق کی خوبیاں سب جانتے ہیں مگر اس کا کیا علاج کہ
اکثر لوگ بھلائیوں کو اپنے لئے پسند نہیں کرتے جس کی وجہ سے مصیبت
آفت، زحمت، ذلت اٹھاتے رہتے ہیں شہد کی مکھیوں کو دیکھو کہ شیر و شکر کی

طرح مل جل کر اتفاق سے رہتی ہیں تو اس کا نتیجہ شہد نکلتا ہے۔ اگر انسان متفق ہو جائیں تو کیا کچھ نہ ہو (دو دل یک شود بشکند کوہ را) سوت کس قدر کمزور ہوتا ہے۔ مگر بہت سے کمزور مل کر مضبوط ہو جاتے ہیں تو اس کا توڑنا دشوار ہو جاتا ہے۔ یہی رشتۂ خام علیحدہ علیحدہ ہو تو پھر سوت کا سوت ہو جائے اتفاق بڑی چیز ہے۔ دو اکائی گیارہ ہو جاتے ہیں تو دو آدمی اتفاق سے کیا کچھ نہیں ہو سکتے چور ڈاکو اتفاق کرتے ہیں تو لوگوں کو ہزاروں طرح کی تکلیف دیتے ہیں اگر نیک لوگ متفق ہو جائیں تو اپنے ہم جنسوں کو کیا کچھ نہ راحت پہنچائیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ چمار، دھوبی، خاکروب وغیرہ تو اپنے جھگڑوں کا فیصلہ آپس میں کرلیں اور ہم ذرا ذرا سے معاملہ کو عدالتوں میں پیش کر کے بات کا بتنگڑ بنا دیں۔ ہر شخص راحت کا طالب ہے اور راحت اتفاق سے نصیب ہوتی ہے مگر نا اتفاقی کر کے لوگ اپنے لئے جھگڑا مول لیتے ہیں۔ آفت سر پہ لیتے ہیں مصیبت سہتے ہیں۔ صدمے جھیلتے ہیں۔ دکھ اٹھاتے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیسی سمجھ ہے۔ چوری، قزاقی، ٹھگی، قمار بازی کیسے برے کام ہیں۔ مگر ان لوگوں کا اتفاق ہے کہ ان برائیوں کا انسداد نہیں ہوتا بخلاف اس کے جہاں چند آدمی کوئی اچھا کام کرنے پر آمادہ ہوتے ہیں تو وہاں حسد اور خود غرضی سے کام بگڑ جاتا ہے۔ سیر چشم، بلند حوصلہ، عالی ہمت اشخاص خود غرضی اور حسد کے اوصاف ذمیمہ سے مبرا ہوتے ہیں۔ یہ اشخاص لوگوں میں پھوٹ نہیں ڈالتے۔ جب تک کسی خاندان میں اتفاق قائم رہتا ہے امن و راحت سے زندگی بسر ہوتی ہے۔ کام خوبی سے چلتا ہے۔ جہاں خود غرضی

آئی پھوٹ پڑ گئی، فساد برپا ہو گیا، جھگڑے شروع ہو گئے مصیبتیں نازل ہو گئیں
اب مخالفت میں راستی سے کون کام لیتا ہے تہمت، بہتان، افترا پردازی پر
کہ دونوں طرف آگ برابر لگائے جاتی ہے جس سے سب کی زندگی تلخ وغیرہ
ہو جاتی ہے۔ غرض نا اتفاقی کی وجہ سے ہزاروں آفتیں پڑتی ہیں۔ لوگ
ان واقعات کو دیکھتے اور سنتے جاتے ہیں اس پر بھی جان بوجھ کر آفت
سر پر لیتے ہیں۔ ع "بریں عقل و دانش بباید گریست"

یہاں یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ برے کام پر اتفاق کرنا نادانی و حماقت ہے
جس کا نتیجہ مصیبت و ذلت ہے۔ برے کام کا اتفاق آزادی سے محروم اور
راحت و اطمینان کو مفقود کر دیتا ہے۔

عزیزو! سنو۔ جب کئی آدمی ایک جگہ ہوں یا کئی چیزیں اکٹھا ہوں
تو ان کا نظارہ دلکش اور عظیم الشان ہوگا۔ جہاں لوگ بسیں، مکان بنیں اور
بازار لگیں وہ گاؤں یا قصبہ یا شہر ہوگا۔ جہاں بہت سی رقم جمع ہو وہ خزانہ
ہوگا۔ جہاں لالہ اپنی بہار دکھائے وہ لالہ زار ہوگا۔ جہاں سبزہ لہلہائے
وہ سبزہ زار ہوگا۔ جہاں خوشبو مہکے وہ گلزار ہوگا۔ جہاں حوریں رہتی ہوں
وہ جنت ہوگی یہاں طالب علم پڑھتے ہوں وہ مدرسہ ہوگا۔ یہ سب اتفاق
کی برکتیں ہیں۔ اگر طالب علم پڑھنے کی جگہ لڑیں جھگڑیں تو مدرسہ کا ہے کو
خاصا خرابات ہوا جہاں آئے دن جھگڑے ہی ہوتے رہتے ہیں۔

سعادتمندو! سنو۔ ہم دل سے الفت و محبت، استاد کی تعظیم
و عظمت، ماں باپ کا ادب و خدمت، بھائی بہنوں پر مہربانی و شفقت بزرگوں

کی تکریم و اطاعت۔ یہ سب باتیں اتفاق میں داخل ہیں تم ان باتوں پر عمل کرو تو تمہاری سعادت ہے ورنہ بدبختی و نکبت۔ کیا تم ذلت کو گوارا کرتے ہو، زحمت کو پسند کرتے ہو جو نااتفاقی کی وجہ سے ہوا کرتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم ذرا سی بھی عقل و فہم رکھتے ہوگے تو کسی سے لڑ جھگڑ کر کسی کے ساتھ گستاخی و بے ادبی کر کے کسی کی نافرمانی کر کے، اپنے لئے ذلت و آفت نہ مول لوگے۔ تم علم و ادب اخلاق سیکھو پھر تم کو اچھی طرح معلوم ہوگا کہ اتفاق میں کیا کیا خوبیاں اور اس کی کیسی کیسی برکتیں ہیں۔

دوستیٔ نادان

نادان کی ہمنشینی سے وہ وہ مشکلیں پڑتی ہیں کہ اُن کا آسان ہونا دشوار ہو جاتا ہے۔ نادان آدمی کسی کو فائدہ بھی پہنچانا چاہتا ہے تو نقصان ہی پہنچتا ہے پھوہڑ جورو تو صرف ایک شوہر کا دم ناک میں کر رکھتی ہے مگر نادان اپنے ملنے جلنے والے جتنے لوگ ہوں سب کو نقصان ہی پہنچاتا ہے۔ نادان جب اپنی نادانی کی وجہ سے اپنے کو فائدہ نہیں پہونچا سکتا تو وہ دوسرے کو کیا نفع پہونچائیگا اگر نادانی کے ساتھ رذالت و کمینگی بھی ہو تو وہ بشر نہیں شر کا پتلا ہے۔ اُس سے سراسر نقصان ہی کا اندیشہ ہے بڑے مزے کی بات یہ ہے کہ نادان بھی اپنے کو بڑا عقلمند سمجھتا ہے عقلمند تو مشورہ بھی لیتے ہیں مگر نادان کسی کے مشورہ ہی پر نہیں چلتا۔

گر از بسیط جہاں عقل منعدم گردد ‏ ‏ ‏ ‏ بخود گمان نبرد ہیچکس کہ نادانم

نادان سے دوستی کروگے تو وہ تمہاری رائے کو تو مانیگا نہیں اور تم کو جو

رائے دیگا اُس کے ماننے پر مجبور کرے گا۔ تم مان لوگے تو نقصان ہوگا۔
ناوان سے تو ایک بیل اور گدھا اچھا ہے کہ بوجھ اٹھاتا ہے اور ہمیں پہنچاتا ہے

پھوہڑ سے مکڑی بھلی جو جالا دیوے پور   مورکھ سے گدھا بھلا جو بوجھ پہنچا دیوے دور

اگر تمہارا کوئی دوست ناوان ہو اور ایک دانا دشمن۔ تو دشمن دانا سے ضرر رسانی کا اتنا اندیشہ نہ ہونا چاہیے جتنا ناوان دوست سے۔ دانا دشمن یہ سمجھکر کہ کسی کو میری طرف سے نقصان پہونچیگا تو انتقام کی زد سے میں بھی نہ بچ سکونگا۔ نقصان پہنچانے سے باز رہتا ہے۔ مگر نادان آدمی کو تو اپنے نقصان کا خیال ہی نہیں ہوتا وہ خود بھی ہلاکت کے دریا میں ڈوبتا ہے اور دوسرے کو بھی اپنے ساتھ لے ڈوبتا ہے اُس کو عزت و آبرو کا لحاظ کہاں یہ تو دانائی کی بات ہے بے حرمتی سے زندگی بسر کرنا اس پر یہ سمجھنا کہ کسی طرح بھی ہو زندگی تو بسر ہو رہی ہے نادان ہی کا کام ہے۔

چتر اہاں سدا سکھی اور مورکھ دکھی مدام   گھنت بڑھت جانت نہیں بیت بگڑے کام

بڑے غضب کی بات یہ ہے کہ ناوان کسی عقلمند کا کہا بھی تو نہیں مانتا ایسے بڑے احمق کے اصلاح پر آنے کی کیا امید وہ نہ اپنے کو خوش رکھ سکتا ہے نہ دوسرے کو

گیانی کاٹے گیان سے اور مورکھ کاٹے روئے   دیکھو دھرے کا ونڈ ہے بھگتے گا ہر کوئے

اُس نادان کے سنبھلنے کی پھر بھی امید ہو سکتی ہے جو عقلمندوں کے مشورہ پر چلے مگر ایسے عقلمند نہیں جو چلتے پرزے ہوں۔ ایسے لوگ تو بیچارے نادان کو تباہ ہی کر کے چھوڑینگے۔ بیچارہ نادان اپنی نادانی سے زیادہ مکاروں کے مکر سے نقصان اٹھائیگا۔ اس لئے میل جول رکھنے معاملات کرنے میں

شناسائی کو دوستی کی حد تک نہ بڑھانا چاہئیے ہ دو کہ بنسبت نفس نگر و دلبا الہا معلوم
دنیا میں سچے دوست کا ملنا نہایت مشکل ہے۔ تمدنی زندگی کی وجہ سے آدمی
ملاقات بڑھانے پر مجبور ہوتا ہے مگر اس سے اُس کو فائدہ بہت کم ہوتا ہے اور
نقصان زیادہ۔ اس لئے تجربہ کار بزرگ مصیبتیں اٹھا اٹھا کر ہمنشینی ہی سے پرہیز کرتے
ہیں اور معاملات کی ناگزیر مجبوریوں کے باعث لوگوں سے مل جل لیتے ہیں۔

؎ نے تیر کماں میں ہے نہ صیاد کمیں میں گوشے میں قفس کے مجھے آرام بہت ہے

چونکہ لڑکے جنہیں عقل کم ہوتی ہے اور تجربہ نہیں ہوتا بری صحبتوں میں آوارہ
ہو جاتے ہیں اس لئے بری صحبتوں سے بچوں کو بچانا اُن کے سرپرستوں کا فریضہ
ہے۔ اور لڑکوں کو بھی جب شعور آجائے تو اُن کو یہ سمجھنا چاہئیے کہ بزرگ ہماری
ہی بہتری کے لئے بری صحبتوں سے ہم کو باز رکھتے ہیں۔

اکثر لوگوں کو نادان شناساؤں کی ہمنشینی سے نقصانات اٹھانے پڑتے ہیں۔
نادان شناسا مخاطب کا دل دکھانے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں کرتے۔ ملامت
کرنے میں مطلق تامل نہیں کرتے۔ مخاطب کو دلی رنج پہنچتا ہے اور انہیں خبر تک
نہیں ہوتی۔ وہ اپنے کو دوسرے کا دوست سمجھتے ہیں مگر دوستی کے حقوق ہی
سے ناواقف ہوتے ہیں دوستی ہی میں دشمنی کے کام کر جاتے ہیں اور اس کو
سمجھتے ہی نہیں۔ وہ اپنے لئے تو ایک بات کو ناپسند کرتے ہیں مگر دوسرے کو
اس پر عمل کرنے کے لئے زور دیتے ہیں۔ وہ اپنے شناساؤں کے افعال پر
سرزنش کرتے ہیں اور اس پر اکتفا نہ کرکے دوسروں میں بھی بدنام کرتے ہیں
ایسے نادان شناساؤں سے تنگ آکر ایک شخص نے عقلمندوں سے فریاد

کی تھی کہ "مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ" یہ خود غرض دوست کیا ہوئے دشمن ہوئے۔ ان کو دوستی کے پردے میں دشمنی کرنے کا خوب موقع ملتا ہے ایک دفعہ کوئی ان سے سلوک کرے تو ہمیشہ سلوک ہی کے متوقع رہتے ہیں اگر دس دفعہ کے سلوک کے بعد کسی مجبوری سے ایک دفعہ بھی چشم پوشی کر دو تو دشمن بن جاتے ہیں محسن کو بدنام کرتے ہیں اور درپئے آزار ہو جاتے ہیں اگر کسی پر احسان کرتے ہیں تو اس کو شہرت دیتے ہیں اور اگر کوئی شخص ان پر احسان کرتا ہے تو اس کو چھپاتے ہیں۔

ایسے لوگ کسی کے دوست تو نہیں ہو سکتے مگر اپنے مطلب کے دوست اور اپنی غرض کے بندے ضرور ہوتے ہیں۔ کیا یہ نادانی نہیں ہے کیا ایسے دوستوں سے فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ایسے ناداں ایسے خود غرض یا تو اپنا فائدہ اور دوسروں کا نقصان کرتے ہیں۔ یا نری حماقت ہو تو اپنے ساتھ دوسروں کو بھی نقصان پہونچائے بغیر نہیں رہتے ؏

"یارب مباد کس را مخدوم بے عنایت" اگر ایسے لوگ مخدوم ہو جائیں تو خدام کو اپنی مصلحتوں پر بھینٹ چڑھانے میں ذرا بھی تامل نہ کریں اور ایسا ہوا بھی ہے تاریخیں اس کی شاہد ہیں۔

عزیزو! عامیوں کی ہمنشینی سے احتراز کرو۔ نقصان اٹھا کر آبرو گنوا کر تجربہ حاصل کرنے سے کیا فائدہ؟ جس کے عادات و اخلاق اچھے ہوں اور جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچ رہا ہو، تم کو اس کی ہمنشینی اختیار کرنی چاہیئے۔

یادِ رفتگاں

نیکو کار یا بدکار بس دو ہی قسم کے لوگ ہیں جو اپنی یاد دنیا میں چھوڑ جاتے ہیں ان میں عام لوگ (جن کے مرنے کے بعد اُن کے عزیز و اقارب دوست احباب اس وجہ سے کہ اُن سے قرابت یا دوستی تھی چند روز اُن کو یاد کر کے آنسو بہا لیتے ہیں) ایسے ہیں کہ اُن کی یاد سریع الزوال اور چند ہی افراد سے متعلق ہوتی ہے۔ البتہ جو لوگ اپنے اچھے بُرے افعال میں اوروں سے ممتاز ہوتے ہیں اور ایک کثیر الافراد گروہ میں اپنی یادآوری کے اسباب چھوڑ جاتے ہیں اُن کی یاد لوگوں کے دل میں دیرپا اور تازہ رہتی ہے۔

دنیا میں اکثر وہ اشخاص نام پیدا کرتے ہیں جو اپنے اچھے اخلاق کی وجہ سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں یا بدکرداریوں کے باعث نقصان۔ اور ان کو (اُن افراد کے علاوہ جن کو ان لوگوں سے فائدہ یا نقصان پہنچا ہے) عموماً اکثر لوگ اُن کے زمانہ اور بعد کے بھی تعریف یا مذمت سے یاد کرتے رہتے ہیں اور یہی طبائع انسانی کا مقتضٰی ہے۔

اے عدم کے رہنے والے نیک نہاد لوگو! اگرچہ دنیا میں تم اب نظر نہیں آتے اور سفرِ آخرت کئے تم کو مدتیں گذر چکیں لیکن اپنے بعد دنیا میں تم اپنے مہتم بالشان ایسے کارنامے چھوڑ گئے ہو کہ دنیا میں کو یاد کرتی رہتی ہے۔ تم زندۂ جاوید ہو۔ جس طرح تمھاری زندگی میں لوگ تم سے استفادہ کرتے تھے اب بھی برابر مستفید ہوئے جاتے ہیں۔ تم سے بجز فائدہ کے کسی فرد بشر کو نقصان پہنچا ہی نہیں۔

تمہاری ذات میں ایسے ایسے اوصاف حمیدہ تھے کہ عدم آباد تمہارے قیام کے قابل نہ تھا لیکن وہاں تم اس لئے ٹھہر گئے ہو کہ دنیا اس سے زیادہ ناقابل سکونت ہے۔ تم کو یہاں کے جھگڑوں سے نجات مل گئی وہاں تم آرام سے ہو ہم کو تمہاری خبر نہیں معلوم ہوتی مگر تم ہماری صلاح و فلاح کے خواہاں ہو گے تمہارے کارناموں سے ہم دارین کا فائدہ حاصل کر رہے ہیں اور ہماری زندگی اطمینان کے ساتھ بسر ہو رہی ہے۔ تم خدا کے مقبول بندے ہو کہ بقائے نام و شہرت دوام تم نے نیکیوں میں حاصل کر لی۔

اے سخاوت شعار، عدالت شیوہ، شجاعت پیشہ لوگو! دنیا میں خدائے عزّ و جل کا فضل جب تک تم پر رہا، سادہ ثروت و مسند حکومت پہ تم نے وہ داد و دہش اور وہ حق پژوہی کی اور میدان نبرد میں دلیری کے وہ جوہر دکھائے کہ ایک عالم تمہارے بذل پر مائل، تمہارے عدل کا قائل ہو گیا اور تمہاری تیغ شجاعت کا لوہا مان گیا۔ تمہارے ان کارہائے نمایاں کے کارنامے آسمان شہرت پر مہر و ماہ بن کر چمکے۔ اور اب تک بھی (کہ تم کو یہاں سے عالم بقا کی طرف گئے ہوئے ایک مدت گزر گئی) اسی آب و تاب کے ساتھ تمہارے کارنامے چمک رہے ہیں اور اُن کی ضو سے تمام عالم منور ہے۔

اے دنیا میں رہنے والو! تم دیکھ رہے ہو کہ جو نیک لوگ تم سے پہلے گزرے ہیں اُن کو لوگ کیسی تعظیم سے یاد کرتے اور اُن کا نام کس عزت سے لیتے ہیں پھر تمہاری آنکھوں پر غفلت کے پردے کیوں پڑ گئے ہیں اور کب تک تم نہیں پڑے رہنے گے کیا تم میں عقل و فہم نہیں ہے۔ کیا تم اچھی بری باتوں کو نہیں سمجھ سکتے

گئے گزرے ہو تو پھر یہ تغافل کیوں ہے۔ غور کرو تم نے کیا کیا اور تمہیں کیا کرنا چاہئے کس طرح تم عزت کی زندگی بسر کر سکتے ہو۔ زندگی مگر ذلت کی زندگی کس کام کی تم اپنے کانوں سے بروں کی مذمت ان کی زندگی ہی میں سن رہے ہو اور دیکھ رہے ہو کہ مرنے کے بعد بھی لوگ بدکاروں پر لعنت و ملامت کرتے اور ان کی اولاد کو ذلت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں بداشخاص برائی کے ساتھ اور نیک آدمی بھلائی کے ساتھ یاد کئے جاتے ہیں۔ اس پر بھی تم عبرت نہیں حاصل کرتے۔ اگر عبرت حاصل کرتے تو اپنی عمر کو یوں غفلت میں نہ کھوتے اور اس طرح خواری میں بسر نہ کرتے۔

عزیزو! وقت کی قدر کرو جس قدر تم سے نیکیاں ہو سکیں کئے جاؤ اپنے فائدہ کے علاوہ دوسروں کو بھی نفع پہونچانے کی کوشش کرو۔ کیونکہ دنیا میں قابل قدر و عزت وہی شخص ہوتا ہے جو دوسروں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ علم سے دولت سے حکومت سے نصیحت اور عدل و احسان لوگوں کے ساتھ کرتے رہو آج علما وفضلا اور عادل و باذل اشخاص کا نام دیکھو ان کے مرنے کے سالہا سال بعد بھی کس تعظیم و عزت کے ساتھ لیا جارہا ہے اور جو لوگ ایسے کام انجام دے رہے ہیں دیکھو ان کی کس قدر عزت ہو رہی ہے اس لئے انسان ہونے کی حیثیت سے تم کو بھی چاہیئے کہ ان کی تقلید کرو اور کوشش کر کے خود کو اخلاق ستودہ کا قابل تقلید بہترین نمونہ بناؤ۔

امید

امید کو انسان کی زندگی کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے۔ کیسی حالت میں انسان کا

ساتھ نہیں چھوڑتی. راحت کے طریقے بتاتی ہے. ہمت وجرأت دلاتی ہے۔
بگڑی کو بناتی ہے۔ رنج وبیماری میں ہمدرد وتیماردار رہتی ہے۔ بُرے وقت کا
کوئی ساتھی نہیں۔ مگر امید ہے کہ ہر حالت میں انسان کا ساتھ دئے جاتی ہے مفلس یا
توانگر، غریب ہو یا امیر، بادشاہ ہو یا گدا سب کو اسی کا سہارا ہے۔ دنیا میں ہم دیکھتے
ہیں کہ ایک جاہل عالم، ایک مفلس توانگر، ایک زاہد صوفی، ایک عابد ولی بن جاتا
ہے تو یہ امید کے سوا اور کس کی اعانت ہے۔ امید غمگین کو شاد کرتی امیر کو راحت
دیتی، فقیر کو قناعت سکھاتی، بزدل کو شیر بناتی، شیر کو نیچہ تہور عطا کرتی، جھونپڑوں میں
محلوں کا خواب دکھاتی، اور ویرانہ کو گلشن بنا دیتی ہے یہ عجیب کرشمہ پرداز ہے۔
اس کے دل افزا خیالات نہایت مسرت بخش ہوتے ہیں جن سے آدمی گھنٹوں جی
بہلایا کرتا ہے۔ آؤ ہم باغ امید کی تم کو بھی سیر کرالائیں۔ دیکھا کس قدر جلد
پہنچ گئے۔ دیکھو کیا دلکشا باغ ہے۔ کیسے کیسے رنگارنگ پھول کھلے ہیں سنو
طیور چمن کیسی دلکش صداؤں سے نغمہ سنج ہیں سبحان اللہ پھولوں کی رنگ وبو
طیور کے چہچہے کیسی فرحت بخش نعمتیں ہیں۔ اس باغ کی سیر کئے جاؤ جی سیر نہیں
ہوتا۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ ہماری امید فساد پر مبنی نہیں ہے ہم نہیں چاہتے
کہ ہم کو گل تو دوسرے کو خار ملے۔ بلکہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہماری طرح ہمارے ہمجنس
بھی باغ امید کی سیر کریں۔ گلوں کی خوشبو سونگھیں بلبلوں کے نغمے سنیں اور گل
امید سے اپنا دامن بھرلیں اور یہی ہم کو چاہیے بھی۔ کیونکہ ہم بشر ہیں اعضا
یکدگر ہیں ہم تنہا مسرت سے بہرہ اندوز نہیں ہو سکتے جب تک کوئی رفیق
ہمارے ساتھ نہ ہو اس لئے ہم کو ایسی خواہش ایسی تمنا کرنی مناسب ہے کہ

ہماری آرزو پوری ہو اور دوسرے کا نقصان نہ ہو۔ بہترین آرزو وہ ہے کہ اپنے
ساتھ دوسروں کو بھی فائدہ پہنچے اور ایسی آرزو جلد پوری بھی ہوتی ہے۔ اگر ہم
ایسی امید کے بر آنے کی کوشش کریں کہ دوسرے کا نقصان ہو کر ہم کو نفع پہنچے
اور ہماری یہ کوشش ہم کو کامیاب کر بھی دے تو ہم دیر تک نفع اندوز نہ ہو سکینگے
کیونکہ ہم نے دوسرے کو نقصان پہنچا کر اپنے ایک عضو کو بیکار کر دیا اس لئے ہماری
قوت ٹوٹ گئی اور یہ بات قانون قدرت کے خلاف ہے کہ ہم کسی کو نقصان پہنچائیں
اور وہ یا کوئی اور دوسرا ہمیں نقصان نہ پہونچائے۔ ہم کو اپنی بدکرداری کا خمیازہ
ضرور اٹھانا پڑیگا پھر ہماری امید ایسے فساد انگیز خیال پر کیوں بنی ہو کہ دوسرے
کے نقصان کے اثر سے ہم بھی محفوظ نہ رہ سکیں ہم کسی کو بگاڑ کر اپنے کام کو سنوارنا
چاہینگے تو خیالات کی بے چینی ہمیں کیا کچھ تکلیف نہ دیگی۔ اس تصور میں جب ہم باغ
باغ امید کی سیر کرینگے تو گلستان نشاں نظر ہمیں کاٹ کھانے کو دوڑیگا
گلچینی کے وقت خار ہمارے ہاتھ آئینگے خیالات کی غم افزا پریشانی بوئے گل
سے مل کر ہمارے دماغ کو اور بھی پراگندہ کر دیگی عنادل کے نغمے
شور و غوغا معلوم ہوں گے۔ شمشاد کا نظارہ ہمیں غمگین بنا دیگا۔ نرگس ہمیں
آنکھ دکھائیگی۔ سرو بے نقط سنائیگا۔ لالہ داغ دیگا۔ قمری غم کا طوق پہنائیگی
جب اس طرح امید بر آنے سے پہلے دوسرے کی تباہی سے اپنی بھلائی
کے خیالات ہم کو بے چین کر دیں۔ تو امید بر آنے کے بعد ہم کس طرح
خوش رہ سکیں گے۔ ہم کو غمگین رکھنے کے لئے کیا یہ خیال کافی نہیں ہے کہ دوسرا
بھی اپنی تباہی کا ہم سے عوض لیکر چھوڑیگا۔ جب انسان کی زندگی کا مدار تمدن پر ہے

ہے اور تمدن کی غرض ایک دوسرے کی امداد و اعانت کرنی ہے تو امداد پہنچانے
کی جگہ نقصان پہنچا کر ہم کیونکر فائدہ حاصل کرتے رہینگے ہم کو لازم ہے کہ دوسرے کے
فائدہ کو اپنا فائدہ سمجھیں اور دوسرے کے نقصان کو اپنا نقصان اور اسی سے
ہمارا ابھی کام نکل سکتا ہے اور ہم راحت سے زندگی بسر کر سکتے ہیں۔

انسان سارے کام امید ہی کے بھروسے پر کرتا ہے۔ امید پر معاش کا
مدار ہے اور معاد کا انحصار۔ طاعت امید ہی کے اعتماد پر کرتا ہے اور طاعت
امید ہی کے اعتبار پر طالب علم پڑھتے ہیں امتحان کے لئے محنت اٹھاتے ہیں
تو اس امید پر کہ کامیاب ہو کر عزت پیدا کریں گے دولت کمائینگے چین سے
زندگی بسر کریں گے۔ عابد عبادت کرتے ہیں کہ اس کے صلہ میں جنت ملیگی صوفی
ریاضت کرتے ہیں تا جلوہ طور کو اپنے دل میں مشاہدہ کریں غرض ہر فرد بشر کوئی
کام کرتا ہے تو کسی نہ کسی امید پر مزارع کی زراعت تاجر کی تجارت صناع کی
صنعت معمار کی تعمیر امید ہی کی بنیاد پر قائم ہوتی ہے۔ زندگی کے اثنا میں
جو آفتیں انسان پر پڑتی ہیں ان کو وہ امید کے خوش آیند خیالات کے باعث
سہہ لیتا ہے۔ یہ مسلم ہے کہ انسان کی ساری امیدیں بر نہیں آتیں اگر ایسا ہو تو
کارخانہ قدرت میں خلل واقع ہو جائے مگر انسان کو جب کسی بات کی امید بندھ جاتی
ہے تو اس کے بر آنے کے لئے کوشش کئے جاتا ہے چاہے وہ بر آئے یا نہ
بر آئے۔ چونکہ امیدوں کا سلسلہ زندگی تک انسان کا ساتھ دیتا ہے اس لئے
اس کی جب کوئی امید ٹوٹ جاتی ہے تو دوسری آرزو کو دل میں جگہ دے لیتا ہے
اگر کوئی آدمی بالکل ناامید ہو کر بیٹھ رہے تو زندگی وبال جان بن جائے۔

مگر نہیں دنیا بامید قائم است کہ آدمی کو ناامید نہ ہونا چاہئیے اور مذہب کی بھی ہدایت ہے کہ خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ۔ اور امید کو دل میں جگہ دینے سے اطمینان ہو ہی جاتا ہے۔ مریض کو دوا استعمال کر کے صحت کی امید ہوتی ہے۔ گنہگار کو توبہ استغفار کر کے مغفرت کی۔ نوجوانوں کو بڑھاپے تک جینے کی امید ہے تو بوڑھوں کو کچھ دنوں اور دنیا میں بسر کرنے کی توقع ہے۔ اگرچہ انسان کو مایوسیاں بعض وقت پریشان کر دیتی ہیں مگر مایوسی بھی ہمارے لئے مفید ہے گو اس کا اندرونی فائدہ ہم نہیں سمجھ سکتے۔ ہماری کوئی امید بر نہیں آتی اور دعا مقبول نہیں ہوتی تو ہم غمگین ہو جاتے ہیں مگر غیب داں نہ ہونے کی وجہ سے یہ نہیں سمجھ سکتے کہ ہماری ہر ایک امید بر آئے تو ہمیں مایوسی سے زیادہ رنج اٹھانا پڑے۔

ایک شخص کا گوسفند چرتے چرتے گم ہو گیا۔ سارا جنگل چھان مارا کہیں پتہ نہ ملا آخر یہ سمجھ کر کسی نے اس کو چرا لیا ہوگا دعا مانگی خداوندا۔ میرا گوسفند جو کھو گیا ہے وہ مجھے مل جائے۔ اس کے بعد ہی ایک شیر سامنے آ کھڑا ہو گیا اور کہا اے انسان، تیری دعا مقبول ہو گئی اب میں خدا کے حکم سے تیرے روبرو حاضر ہوں تیرا جی جو چاہے کر۔ شیر کو دیکھتے ہی اس کے حواس بجا نہ رہے۔ کانپ کر تضرع سے دعا کی۔ الٰہی۔ اس بلا کو دفع کر دے میں تیرے نام کا ایک اور گوسفند قربانی کر دوں گا۔

انسان چونکہ عالم الغیب نہیں اس لئے وہ نہیں جان سکتا کہ کسی امید کے نہ بر آنے میں بھی اس کی فلاح و بہبود ہے۔ دوسروں کی تباہی اور اپنی منفعت کی

امید کا بر نہ آنا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ کسی کو تباہ کر کے آپ خوشحال رہنا کوئی آسان بات نہیں ہے۔

عزیزو! نیک نیتی پر امید کی عمارت بناؤ یہ کسی کے ڈھائے نہ ڈھیگی۔ اس امید کو دل میں جگہ دو جس کے بر آنے سے دوسرے کا نقصان نہ ہو بلکہ عالی ہمتی سے ایسی امید کو دلنشیں کرو جس کے نکلنے سے دوسرے کا بھی نفع ہو اور اسی طرح کی امیدیں بر آنے کی کوشش کرو تمہاری یہ کوشش کارگر بھی ہوگی اور کامیابی پر تم ہمیشہ خوش بھی رہو گے۔

یاس

عموماً یاس کو لوگ افسردہ دلی کا باعث سمجھے ہوئے ہیں مگر غور کیا جائے تو یاس اکثر مواقع میں امید سے زیادہ مفید ثابت ہوتی ہے کوئی اس کا خیال نہیں کرتا خود غرضی کے توقعات اکثر و بیشتر نقصان پہونچا کر کام نکالنے کے منصوبوں پر منحصر ہوتے ہیں۔ اگر ان منصوبوں پر پانی پھر جاتا ہے تو خود غرض مغموم ہوتے ہیں کف افسوس ملتے ہیں یا یوسی ان کے دلوں کو پژمردہ کر دیتی ہے وہ دلدل یا الجھنوں میں مبتلا رہتے ہیں اگر عقل سے کام لیں تو مایوسی ان کے لئے باعث راحت ہو۔ کیونکہ برائیت کار برآری کا نتیجہ تکلیف و ایذا میں مبتلا کرنیکا سبب ہوتا جب یاس کی بدولت وہ قعی تکلیف سے نجات مل جائے تو کیوں نہ خوش ہوں۔ کیا اپنی صلاح و فلاح کے لئے دوسروں کو تکلیف وایذا میں مبتلا کرنے کا کوئی اچھا نتیجہ ہے۔ ہرگز نہیں "از مکافات عمل غافل مشو"

کا ادب آموز مقولہ ہر کردار کو آنکھیں نکال نکال کر ڈراتا رہتا ہے کہ خبردار "جیسی کرنی ویسی بھرنی"

دل کے ابھارنے سے خواہش نفس کے نکالنے کے لئے اکثر لوگ ایک دوسرے کی آبروریزی پر آمادہ ہوجاتے ہیں اور نتیجہ نکلنے تک اس پر غور نہیں کرتے کہ ہم کس کام پر تلے ہوئے ہیں۔ امید بر آئی تو دوسروں کے ساتھ اپنی بھی آبرو گئی خوش قسمتی سے مایوسی نصیب ہوئی تو عزت بچی۔ مگر اس حفظ عزت کا خیال نہ کرکے مایوسی کا رنج کرتے ہیں۔ اگر غور و فکر کریں تو مغموم ہونے کی جگہ مسرور ہوں اور آئندہ کی توقع راحت اطمینان خاطر کا باعث ہو۔

ہر آدمی کو اس پر غور کرنا ضرور ہے کہ میں کسی کو کسی طرح کا نقصان پہنچاؤں تو کیا وہ شخص مجھے نقصان نہیں پہنچائیگا۔ یا ویسا ہی نقصان کوئی شخص مجھے پہنچائے تو کیا رنج نہ ہوگا۔ دوسرے کی نقصان رسانی، دوسرے کی آبروریزی کی نیت کے وقت انسان اپنے نقصان اور آبروریزی کا خیال کرے تو پھر ایسے برے افعال کا مرتکب نہ ہونے پائے۔ دنیا میں یہ برابر دیکھا جارہا ہے کہ لوگوں کے افعال بد کے برے نتائج ضرور نکلتے ہیں اور فاعل شر کو مصیبت میں مبتلا کرتے ہیں۔ جو لوگ اپنی بھلائی دوسروں کی تکلیف رسانی میں سوچتے ہیں وہ خود بھی تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں انسان کو خودغرضی اندھا بنا دیتی ہے۔ وہ اپنی غرض کے مقابلہ میں دوسروں کی تکلیف و مصیبت کا خیال نہیں کرتا۔ بلکہ عمداً دوسروں کو تکلیف دیکر اپنی غرض نکالتا ہے۔ کیا ایسا شخص غرض نکالنے کے بعد خوش رہ سکتا اور آرام پا سکتا ہے۔ ہرگز نہیں جس طرح اس نے اپنے خوش بننے اور آرام

پانے کے لئے دوسرے کو تکلیف دی تھی ویسا ہی دوسرا بھی اپنی غرض کے لئے اُس کو ضرور تکلیف دیگا۔

یاس کی حالت میں آدمی سوچ لے کہ آیندہ میں کیا کروں اگر مقصد اچھا ہے تو اُس کے بر آنے کے لئے اور بھی ہمت اور کوشش کرے اور بُرا ہو تو اُس کو ترک کر دے۔

اے یاس! راحت کی وجہ اطمینان کا سبب افعال شنیعہ کی امید کی جگہ تو دلنشیں ہو جا۔

اے یاس! جن نفسانی خواہشوں کی مخالفت میں تو نے ساتھ نہیں دیا عزت گئی، تباہی آئی، نام کو بٹا اور دامن عفت پر دھبا لگا۔ افسوس ہے اُن پر جو تیری وجہ سے رنجیدہ ہوں۔ تیرے احسان کو نہ سمجھیں، نہ مانیں۔

اے یاس! تو نے نیکیوں کی مخالفت میں جس کی طرفداری کی وہ رسوا ہوا۔ ذلیل ہوا۔ اور برائیوں کے خلاف تو جن لوگوں کے دلنشیں ہو گئی وہ لوگ اخیار ہوئے، ابرار ہوئے زاہد و پرہیزگار ہوئے۔ ترک خواہش نفسانی کوئی آسان بات نہ تھی۔ مگر اے یاس تجھ پر آفریں ہے کہ احرار کے دلوں میں تو نے جگہ پائی برائیوں کی لذت کو جو لوگ باعث مسرت سمجھے انہیں دھوکا ہوا۔ مگر افسوس ہے کہ مزہ چکھنے پر بھی تلخ و شیریں کی تمیز نہ کر سکے اور دھوکے ہی میں بعض تو مدتوں اور اکثر مرتے دم تک رہے۔ وہی لوگ اچھے رہے جنہوں نے برائیوں کی ظاہری لذت کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھا اور برائیوں سے یاس موجب راحت سمجھے جو واقع میں ہے بھی۔ یہ اخیار ہیں ان کے افعال بُروں کے مقابلہ میں

اعجاز وکرامت سے کم نہیں۔

نیکوں کے نزدیک برائیوں سے یاس راحت ومسرت وعزت کا سبب ہے اور برے لوگ ایسے ہیں کہ برائی کی وجہ سے خدا کی تکلیفیں اٹھانے پر بھی نہیں چونکتے امید و یاس میں خوبی کی تمیز نہیں کرتے۔ ہر امید کے برآنے کو باعث مسرت اور ناامیدی کو موجب غم سمجھتے ہیں۔ لطف یہ ہے کہ بہت سی امیدیں باعث زحمت ہوتی ہیں اور بہت سی مایوسیاں موجب راحت ہوتی ہیں۔ خدائے تعالے نیک و بد سمجھنے کی توفیق دے۔

نیرنگیٔ خیال

خیال کی وسعت اور جدت کا کیا پوچھنا۔ خاطر خواہ جی بہلانے کے [illegible] تخیلہ کو ہر شخص رفیق بنا سکتا ہے۔ گلشن کی خواہش ہوئی کہ پھولوں سے لدے ہوئے بے شمار اشجار پیش نظر نمودار ہوگئے۔ چمن پر رغبت ہوئی کہ خیابان و سبزہ زار کے لہلہانے کا سماں آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ میووں کا خیال آیا کہ انواع و اقسام کے درختان بار ور سامنے موجود ہوگئے۔ دست خیال کو بڑھا کر جس کو چاہو توڑ لو اور مزہ کی یاد سے لذت اٹھاؤ۔

آدمی کو جب بہبودی کی دھن بندھ جاتی ہے تو اس کے برآنے تک انہیں خیالات سے جی بہلا لیا کرتا ہے۔ بلند ہمت اپنی پست حالت کا خیال نہیں کرتا۔ اس کو کھانے کے لئے روٹی نہ ملتی ہو نہ سہی۔ مگر اس کے خیالی پلاؤ پکانے میں کون حارج ہو سکتا ہے۔ سواری کے لئے گھوڑا انہیں نہ سہی۔ مگر خیالی گھوڑے

دوڑانے کے لئے تو ایک وسیع جولانگاہ موجود ہے۔

حماقت کے پتلے کا کیا علاج کرو۔ شیخ چلی کے سے خیالات پکانے میں دماغ پکاتا رہتا ہے۔

خیالات کے عجیب کرشمے ہیں۔ خوشی کا خیال آیا کہ دل باغ باغ ہو گیا اور غم کا تصور ہوا کہ دنیا بھر کی آفتوں کا سامنا۔ طرح طرح کے خیالات ہیں کہ یکے بعد دیگرے آتے جاتے ہیں اور ستاتے جاتے ہیں۔

مہر و وفا کی کمی نے دوستوں کے خیال کو ہلکا سا کر دیا ہے اور فریب دہی کی زیادتی نے دشمنوں کے خیال کو گہرا اور بڑھا دیا ہے۔ دوستوں کے خیال میں اتنا لطف نہیں آتا جتنا دشمنوں کے خیال سے ملال ہوتا ہے۔ پھر بھی ہم سب میں چند یادگار سچے دوستوں کے خیال سے دل کو جو فرحت حاصل ہوتی ہے وہ ایک دردمند مہر آشنا دل کے لئے بس ہے۔

رندوں کا دماغ تو آسمان پر ہے۔ ہر ایک کا نیا رنگ ڈھنگ ہے کوئی ایک دم لگا کر جانتا ہے میں فلک پر ہوں۔ کسی کے سر پر نشہ کا بھوت جو سوار ہے تو دھوپ کو ابر سمجھتا ہے۔ یہ جنگل میں پھر رہا ہے قلانچیں ہرن کے ساتھ۔ افیمی جتنا اونچا اڑتا ہے اتنا ہی نیچے گرتا ہے۔ لٹو ڈورا لڑاتا ہے اور بیٹھے بیٹھے اکھڑ جاتا ہے۔ اس کی نظروں میں آسمان سبز تھری ہے اور زمین خشخاش کا دانہ۔ بلی کے خواب میں چھیچھڑے ہی چھیچھڑے۔ دودھ پر گرد جم گئی تو آپ سمجھے بالائی ہے ؎

نکلا تھا آج سانپ بنا کر افیم کا — پینک میں دیکھتے ہیں کہ طاؤس بن گئے

اہل حال کا حال بعید از وہم و خیال ہے معرض بیان و قال میں کیا آسکے۔ اللہ والے۔ اللہ کی یاد میں مست۔ اس کے خیال میں خود فراموش۔ فنا فی اللہ کے ساتھ بقا باللہ کی دولت سے مالامال۔ کوئی سالک۔ کوئی مجذوب ان کا خیال اوروں کا سا خیال نہیں ہے۔ یہ خودی کو مٹانے والے اور خود کو بنا لینے والے ہیں۔ ان کی بگاڑ میں سنوار ہے۔ ان پر خاص رحمت کردگار ہے۔ یہ لوگ چشم بصیرت سے انوارِ قدرت کو دیکھنے والے ہیں۔ ان کو کوئی کیا دیکھ سکتا ہے۔

بلند خیال اور پاکیزہ خیال کے وہ لوگ ہیں جو خیالات دارین سے بہرہ یاب ہوتے ہیں۔ حقوق الناس و حقوق اللہ کا خیال رکھتے ہیں۔ ان کے سینے محاسن و مکارم اخلاق کے گنجینے ہیں۔ ان کے قلوب خوبیوں کے بیش بہا جواہر اور انمول نگینے ہیں۔

عالم خیال کی حد نہیں اور اس کے سیاح بھی بے شمار ہیں۔ زیادہ تو خیر اسی اجمال کی تفصیل کی جائے تو دفتر کا دفتر ہو جائے۔ میں اتنے ہی پر بس کرتا ہوں۔

گلزارِ خیال

دنیا میں مالدار، مفلس، دکھی، سکھی ہر قسم کے آدمی ہیں سب کو ایک ہی رستے گزرنا ہے یعنی ہر ذی حیات کو ایک دن مرنا ہے مگر موت کا خیال ہر ایک کو نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص اس باغ کی نیرنگیوں کو غور سے دیکھے تو

بہار و خزاں کا سماں یکے بعد دیگرے اس کے پیش نظر ہو جائیگا وہ دیکھیگا
کہ آج جو پھول کھلے ہیں وہ کل افسردہ ہونے والے ہیں کلیاں موت کا فرشتہ
ہے جو سیر کے لئے ہر روز آتا ہے اور پھول توڑ توڑ کر لے جاتا ہے۔

مالی آیا باگ میں کلین کرے پکار — کھلی کھلی سب چن لئیں کال ہماری بار

انسان خدا پر بھروسا نہیں کرتا جو خالق و رزاق حقیقی ہے ایک قطرہ سے
ایک انسانی صورت بنائی شکم مادر کی اندھیری کوٹھری میں نو مہینے تک نگہداشت
کی پھر دنیا کی سرا میں وہ آکر اترا تو بے زبانی اور بے شعوری کے عالم میں اس
کی مہمانداری کی۔ وہ ہاتھی کیا چیونٹی کو۔ باز و عقاب کیا مکھی کو۔ بھیڑئے اور ببر
شیر کیا بھیڑ بکری کو غرض ادنےٰ اعلےٰ جانوروں کو رزق دیتا ہے تو کیا انسان کو
بھول جائیگا۔ انسان کو خدا نے عقل دی ہے وہ عقل رکھکر یہ نہیں سمجھتا کہ خود
حکیم مطلق ایک بیج سے ایک تناور درخت کھڑا کر دیتا ہے وہ کیا نہیں کرسکتا مگر
نہیں جب عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے تو وہ خدا کو بھول کر اپنے ہم جنسوں کا
سہارا ڈھونڈتا ہے۔ اور تکلیف اٹھاتا ہے۔

تلسی بروا باگ کے سینچت ہی کمہلائیں — رام بھروسے جو رہیں پربت پر ہریائیں

اکثر لوگ اہل ثروت و حکومت کی اطاعت و خدمت میں سرگرم
رہتے ہیں مگر عبادت حق سے غافل رہتے ہیں اہل حکومت کے تقرب کی
آرزو کرتے ہیں اور قرب الٰہی کی کوئی فکر نہیں کرتے جس سے تکلیف کا سامنا
ہوتا رہتا ہے اگر وہ راہ حق پر چلیں تو ناحق کی مصیبتوں سے نجات پا جائیں

چاکی چاکی سب کہیں کیلی کہے نہ کوئے — کیلی سے جو لاگ رہا بال نہ بیکا ہوئے

جو شخص یہ سمجھے کہ آدمی دنیا میں رہنے کے لئے پیدا ہوا ہے وہ اپنے فرائض کو خوبی سے انجام دیگا دو جہان کی سرخروئی حاصل کریگا۔ دنیا کی حالت کو دیکھ کر کسی کو ستائیگا نہیں کسی کا دل دکھائیگا نہیں۔ تواضع سے جیئے گا اور نیکنامی سے مریگا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ غرور کی بیل منڈھے نہیں چڑھتی۔

بکری جو میں میں کرے گلے چھری پھروائے   مینا جو میں نا کہے سب کے من کو بھائے

حیف ہے کہ لوگ دنیا میں دوسروں پر ظلم کرتے ہیں اور اپنے حق میں دوسروں سے رحم و کرم کی امید رکھتے ہیں۔ ان کے ہاتھ جب دولت یا حکومت آجاتی ہے تو اس دولت و حکومت کو اور اپنے وجود کو غیر فانی سمجھ لیتے ہیں۔ مفلسوں یا ادنیٰ درجہ والوں کو کیڑوں کی طرح سمجھتے اور مظلوموں کو چیونٹیوں سے حقیر جانتے ہیں اور اپنی غرض اپنی خوشی کے لئے ان کو پامال کرنے میں تامل نہیں کرتے اور اس کا خیال ہی نہیں ہوتا کہ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔

تلسی آہ غریب کی ہر سے سہی نہ جائے۔   موئے چام کی پھونک سے لوہ بھسم ہو جائے

اکثر لوگ صاف ستھرا قیمتی لباس پہنتے ہیں ظاہر آرائی کا شوق رکھتے ہیں۔ مگر باطن کے سنوارنے کی فکر ہی نہیں کرتے۔ اُن کا لباس اُجلا اور اُن کا بدن گورا چٹا ہوتا ہے مگر دل بالکل کالا۔ محض اُن کا ظاہر لوگوں کو دھوکا دیتا ہے

تن اُجرا من کالا بگلے کا سا بھیک   تو سے تو کاگا بھلا باہر بھیتر ایک

اے دنیا میں رہنے والو! آسمان و زمین کے درمیان تمہاری ہستی ایسی جس طرح چکی کے دو پاٹوں کے بیچ میں ایک مٹھی اناج۔ گردش ایام ضرور پیس ڈالیگی اور ایک دن تم ضرور فنا ہو جاؤ گے۔

چلتی چاکی دیکھ کے دیا کبیرا روئے   دو پاٹن بیچ آئے کے ثابت گیا نہ کوئے

اے غفلت شعار بندو. دنیا میں تم کو تھوڑے دن رہنا ہے۔ آخرت تمہارے ہمیشہ رہنے کا مقام ہے۔ تم دنیا ہی کے دھندوں میں لگے ہوئے ہو اور آخرت کی تم کو مطلق فکر نہیں ہے۔ خدا نے تم کو عبادت کے لئے پیدا کیا ہے مگر تم عبادت نہیں کرتے اوس کی عبادت کئے جاؤ دارین میں اچھے رہوگے۔

تلسی اپنے رام کو ریجھ بھجو کے کھیچھ — بھوم پڑے سب اُبجیں گے اُلٹے سیدھے بیج

عبادت کرتے کرتے دل روشن ہو جاتا ہے اور عبادت میں مزہ ملنے لگتا ہے جب یکسوئی ہو جاتی ہے تو دنیا کے جھگڑوں سے نجات مل جاتی ہے۔

آنکھ ناک مکھ موند کے نام نرنجن لے — بھیتر کے پٹ جب کھلیں جب باہر کے پٹ دے

پھر تو عبادت میں وہ لذت حاصل ہوتی ہے کہ بیان میں نہیں آسکتی اُسی کی لو لگی ہوتی ہے اور وہی سب سے پیارا معلوم ہوتا ہے۔ ماسوا اللہ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کو جی نہیں چاہتا۔

آ پیارے نینن میں پلک ڈھانپ توہے لو — نا میں دیکھوں اور کو نا تو ہے دیکھن دوں

عزیزو دل سے کدورت کو نکال ڈالو محبت کو جگہ دو۔ محبت عجیب چیز ہے کسی انسان سے محبت ہو جائے تو تم اس کی اطاعت کروگے۔ خدا سے محبت ہو جائے تو اس کی طاعت و عبادت کروگے طاعت و اطاعت سے خدا بھی راضی اور مخلوق بھی خوش۔ اب پھر اور کیا چاہیئے ساری نعمتیں خدمت کے تحت میں ہیں۔ خدمت سے عظمت۔ خدمت کرتے کرتے خادم کو مخدوم سے اور مخدوم کو خادم سے محبت ہو جاتی ہے اس محبت کا کرشمہ دیکھو۔ مولانا روم فرماتے ہیں "ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد" ایک صاحب بہت دلیر شخص

ہر شخص سے زور آزمائی پر آمادہ ہو جاتا ہے مگر محبت سے عاجز آ جاتا ہے
ہاتھ پھیلائے جاتے ہو نکل جان کیسے ہوئے۔ ہر دیکھ سے بازو گے تو مرد بد ذکی ہو

خوشی اور غم

ایک دن میں گلزار خیال کی سیر میں مصروف تھا کہ دور سے ایک نہایت خوبرو شکل نظر آئی نزدیک جا کر نام پوچھا کہا مجھے خوشی کہتے ہیں۔ میں نے کہا زہے قسمت کہ آپ سے ملاقات ہوئی۔ میں آپ کی بڑی تعریف سنا کرتا تھا اور واقع میں آپ مستحق تعریف ہیں بھی۔ سبحان اللہ کیا دلکش چہرہ ہے کیسی پسندیدہ ادائیں ہیں۔ میرے دل کو تو آپ نے موہ لیا۔ مگر آپ تنہا ہیں۔ کہا ہاں اس وقت تنہا ہی ہوں۔ اگرچہ دنیا میں جتنے اقبال مند ہیں سب میرے خواہاں ہیں مگر میں ہمیشہ کے لئے کسی کے پاس نہیں رہتی اور نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ میرا ایک دشمن ہے جس کے پاس میں چلی جاتی ہوں وہ میری ہمنشینی سے سیر نہیں ہونے پاتا کہ میرا دشمن وہاں آموجود ہوتا ہے میں اس کی مہیب صورت کو دیکھتے ہی وہاں سے نکل کھڑی ہوتی ہوں میں نے پوچھا اس کا نام کیا ہے کہا غم یہ نام سنتے ہی میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ خوشی نے مجھ سے کہا کہ میرے ساتھ ہو لیجئے تو آپ پریشان نہ ہوجئے۔ میرا ہی باغ ہے۔ چلیے سیر کریں میں اُس کے ساتھ ہو گیا کچھ دور جانے کے بعد ایک خوشنما محل نظر آیا۔ خوشی نے مجھ سے کہا دیکھئے یہ میرا محل ہے اس کا نام شادی محل ہے تھوڑی دیر یہاں دم لے لیں اور لطف اٹھائیں میں نے کہا میں کوئی نشہ

کرتا تو کہا میرے ہاں شربت بہت بھی ہے۔ ہم محل میں پہنچے اور کرسیوں پر جا کر بیٹھ گئے۔ محل ہر طرح کے سامان عیش سے آراستہ تھا۔ خوشی مجھے دلکش فسانے اور دلچسپ قصے دیر تک سناتی رہی وہ ایسی شیریں مقال تھی کہ میں مزے سے سنتا رہا۔ بڑا لطف آیا۔ اس کے بعد خوشی اٹھ کھڑی ہوئی اور کہا میرے ساتھ آیئے۔ ہم دونوں ایک ہال میں پہنچے وہاں کئی صندوق رکھے تھے ایک صندوق کے پاس جا کر خوشی نے کہا اس میں اشرفیاں بھری ہوئی ہیں یہ میں تم کو عنایت کرتی ہوں پھر صندوق کھول کر دکھایا میں بہت خوش ہو گیا اور پوچھا کیا ان سب صندوقوں میں اشرفیاں ہی ہیں؟ کہا نہیں بعض میں روپے ہیں اور بعض میں جواہرات۔ اب چلو دوسرے ہال میں چلیں۔ وہاں کئی لوگ تبدل حالت میں پائے گئے۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں کہا آج سے تم ان کو اپنے خدمتگار سمجھو۔ اور ان پر حکومت کرتے رہو۔ میں خوش ہو گیا کہ دولت بھی ملی اور حکومت بھی۔ اب کیا ہے دولت سے راحت کے حکومت سے عزت کے مزے اڑائینگے۔ اس کے بعد خوشی مجھے پھر شادی محل میں لے آئی اور کرسی پر بیٹھ کر آواز دی مسرور مسرور اسی وقت ایک حسین جمال لڑکا سامنے آ کر ادب سے کھڑا ہو گیا۔ خوشی نے کہا دو گلاس شربت کے لاؤ۔ اس نے تعمیل حکم کی۔ میں شربت پینے لگا۔ ایسا خوش گوار اور خوش ذائقہ تھا کہ ایک ایک گھونٹ مزے لے لے کر پیا گیا اور پینے کے بعد ہوش جاتا رہ گیا۔ پھر مجھے نشہ چڑھنے لگا۔ میں نے پوچھا کہیں یہ شراب تو نہیں تھی۔ خوشی نے کہا نہیں شربت بہجت تھا۔ اس سے سرور ہوا کرتا ہے

تھوڑی ہی دیر میں مجھے نشہ بہت ملنے لگا اور میں مست اور سرشار ہو گیا بس خوشی میرے لئے تھی اور میں خوشی کے لئے۔ خوب دل کھول کر آسودگی کے مزے لینے لگا۔ چند روز اس طرح گزر گئے۔ ایک دن سویرے میں اپنے بستر پر خواب راحت سے اٹھکر بیٹھا تھا اور خوشی پاس ہی کی مسہری پر خواب ناز سے بیدار ہو کر بیٹھی تھی کہ ایک خادم نے آکر کہا۔ رات کو چوری ہوئی آپ کا صندوق غائب ہے۔ اس کے بعد ہی میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک ڈراونی صورت کا سیاہ رنگ آدمی میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا میں نے خوفزدہ ہو کر پوچھا تو کون ہے اور یہاں کس لئے آیا ہے۔ کہا میں غم ہوں۔ خوشی کی تلاش میں سرگرم تھا آج پتہ لگا کہ وہ آپ کے پاس ہے تو چلا آیا۔ یہ سنتے ہی میں نے مسہری کی طرف نظر کی تو خوشی غائب تھی۔ ملازمین کو آواز دی مگر صدا سے برنخاست۔

غم نے کہا عبث کیوں چلاتے ہو مصیبت میں کوئی ساتھ نہیں دیتا۔ اب مجھی کو اپنا رفیق سمجھو۔ تم خوشی کے گرویدہ ہو گئے تھے مگر وہ تو بے وفا ہے۔ ہر شخص کا ساتھ دکھوں میں ہی دیتا ہوں۔

میں نے دیکھا کہ رنگ آہ و حسرت آہ بغلی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی سراسیمہ و پریشان ہو کر خدا کو یاد کرنے لگا اور خدا کا شکر ہے کہ اس کے ذکر سے تسلی ہو گئی۔

جس جگہ ہے خوشی وہاں غم ہے
رنج و شادی ذھین توام ہے

کرشمۂ محبت

؎ کوئی مشکل نہیں ہے کچھ کی مشکل محبت ہی اگر مشکل کشا ہے

اے دل! تیری ہمت کا کیا کہنا ؎

جو بار آسمان و زمیں سے نہ اُٹھ سکا تو نے اٹھا لیا دلِ نادان غضب کیا

اے انسان! تیری جرأت کا کیا پوچھنا۔ تو ضعیف البنیان اور تیرا یہ جیالا پن کہ

ارض و سما کہاں تیری وسعت کو پا سکے میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

تیری یہ ہمت و جرأت ہے یا خدا کی قدرت و حکمت تو خاک کا پتلا ہے مگر آب و آتش خاک و باد سب تیرے خدمت گزار۔ تیری یہ شرافت۔ تیری یہ رفعت اللہ اکبر کچھ عجیب کرشمۂ قدرت الٰہی ہے۔ خدا نے جو چاہا کیا اور جو چاہے کر سکتا ہے۔ جب چاہے ذرہ کو آفتاب، قطرہ کو دریا، رائی کو پربت بنا دے۔ مشت خاک انسان کو فلک پر پہنچا دے۔ صورت انسانی کو سیرت رحمانی کا جامہ پہنا دے وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ ایک چھوٹے سے بیج سے ایک تناور درخت اُگا کر کھڑا کر دیا۔ زمین کا ایک وسیع فرش بچھا دیا اور اس کے تین حصوں پر سمندر بہا دیا خیمۂ فلک بے چوب و طناب استادہ کر دیا۔ انسان ضعیف کو ساری مخلوق پر فضیلت دی۔ یہ اس کی کیسی [illegible] ہے۔ قدرت اور اس کی انسان پر کتنی بڑی مہر و عنایت ہے اگر انسان غور کرے تو ناچیت ان اشرف کا راز اس کی سمجھ میں آ جائے اور حب الٰہی سے متاثر ہو کر محبوب حقیقی کی یاد سے غافل نہ رہے۔ افسوس ہے کہ بعض آدمی حقیقی جذبات سے بھی متاثر نہیں ہوتے اور بعض صاحب

دل ایسے ہیں کہ صورت مجاز بھی اُن کے سامنے لباس حقیقت میں ظاہر ہوتی ہے
وہ ہر رنگ میں ایک ہی رنگ کو دیکھتے ہیں اور غم میں بھی مسرت کا لطف اٹھاتے
ہیں۔

کسی صوفی کا کتنا پُر معنی مقولہ ہے کہ "ایک صورت دوسری صورت کی حفاظت
کر رہی ہے" غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ قیام دنیا و نظام عالم اسی حفاظت پر منحصر ہے۔
کیا تمہیں اے اولی الابصار نظر آتا ہے   یاں تو اغیار میں بھی یار نظر آتا ہے۔
محبت ہی کی نظر ہے کہ محاسن ہی کو دیکھتی ہے ورنہ عداوت کی نظر سے ہنر بھی
عیب دکھائی دیتا ہے۔ جب کسی سے محبت ہو جاتی ہے تو اُس کی ہر ایک بات
بھلی بلکہ مصری کی ڈلی معلوم ہوتی ہے۔ اگر زندگی کا لطف پوچھئے تو محبت
ہی سے ہے بشرطیکہ پاک محبت ہو۔ فاسد خیالات اور ناپاک جذبات سے
بری ہو اس لئے کہ خواہش نفسانی روح کو تکلیف دیتی ہے۔ اور اکثر لوگ
اِس کی پرواہ نہیں کرتے۔ افسوس ہے کہ انسان ساری مخلوق کا مخدوم بنکر پھر
نفس کا بندہ بن جائے۔ نفس کی خواہش پوری کرنے کے لئے دوسروں کو
دھوکا دے اور رنج پہونچائے۔ شیوۂ انسانیت کا اقتضا محاسن میں کمال
پیدا کرنا ہے۔ پس چاہیئے کہ محبت نیز یں کمال پیدا کرے۔ ناقص محبت
نفع یا لذت کی غرض پر مبنی ہوتی ہے۔ جہاں غرض پوری ہوئی کہ محبت کو
زوال آگیا۔

جب دو شخصوں میں محبت ہو جاتی ہے تو ایک دوسرے کا شریک رنج و
راحت ہو جاتا ہے ایک دوسرے کو نفع پہنچاتا ہے۔ ایک دوسرے کی دلجوئی

دلداری کرتا ہے۔ اپنی غرض کے لئے دوسرے کو محبت جتانا اوس کو دھوکا دینا ہے اور نتیجہ محبت عداوت۔ یہ کوئی عقلمندی نہیں ہے وہ ہرگز نہیں۔ غرض پوری ہونے کے بعد نیت کے فساد کو ظاہر کر دیتی ہے۔

اگر کسی کار خیر میں کسی کی مدد کرو تو یہ احسان بھی محبت کا باعث ہوتا ہے البتہ عوض کی توقع پر احسان کرنا احسان فروشی ہے پھر لطف یہ ہے کہ [illegible] بعض لوگوں کا شعار اظہار احسان ہوتا ہے اور یہ امر بھی مذموم ہے جناب سالک نے کیا خوب فرمایا ہے۔ رباعی

احسان اگر کریں تو سو کرکے گواہ | ابنائے زمانہ پہ جو کی خوب نگاہ
سالک نہیں ایسا کوئی لیکن الا للہ | ہم سے بھی چھپا کے جو ہمیں دیتا ہے

بعض لوگ احسان فراموش ہوتے ہیں۔ رباعی

شاکی ہے جو احسان نہ ہر آن کرے | شاکر نہیں کوئی اگر احسان کرے
احسان نہ تجھ پر کوئی انسان کرے | اس طرح کا انسان اگر تو ہو ذہین

کسی حکیم کا مقولہ ہے کہ "محبت سب سے رکھو مگر بے غرض" یہ مقولہ اپنی ذات پر بھروسا کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ جو شخص اپنی ذات پر بھروسا کرتا ہے وہ کاہل اور بدکردار نہیں ہوتا۔ انسان کو اپنے سوا کسی پر اعتماد کرنا چاہیئے تو وہ خدا کی ذات ہے۔ جو اس پر بھروسا کرتا ہے وہ کبھی دھوکا نہیں کھاتا اور یاس و حرماں کی مصیبتیں نہیں اٹھاتا۔ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ۔

انسان کا کمال یہ ہے کہ وہ دلوں میں اپنی جگہ کرے۔ ذوق مرحوم نے کیا خوب فرمایا ہے

انساں وہ کیا نہ جو دل لبر میں گھر کرے | کیڑا ذرا سا اور وہ پتھر میں گھر کرے

محبت دلوں میں گھر ہو جائے گا تو پھر کسی چیز کی حاجت نہ ہوگی۔ البتہ دلوں میں گھر کرنے کے لئے نیکیوں سے محبت کرنے کی ضرورت ہے جہاں نیکیوں سے محبت ہوگئی سمجھو دنیا جہاں سے محبت ہوگئی، مخلوق بھی خوش، خدا بھی راضی۔ بزرگان دین کو جو ایک دنیا مانتی ہے اور وہ خدا کے دوست کہلاتے ہیں تو کس لئے ہوا؟ اپنے اعمال حسنہ سے۔

عزیزو! اگر تم بھی نیکیوں پر عمل کرو تو کیا معنی کہ تم سے لوگ محبت نہ کریں محبت کے کام کرو، محبت میں نام کرو، پھر دیکھو محبت کیا کیا کرشمے دکھاتی ہے۔

مفلسی

یہ وہ بلا ہے جس کی تاریکی میں ایک دوسرے کا ساتھ چھوٹ جاتا ہے ظاہر ہے کہ ظلمت میں سایہ بھی ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ افلاس نے دنیا میں عجیب عجیب کرشمے دکھائے ہیں۔ شریف و رذیل کی خوبیاں و برائیاں اسی افلاس سے ظاہر ہوتی ہیں مشکل ہے کہ افلاس میں انسان جادۂ راستی پر ثابت قدم رہے ایک بڑی مصیبت افلاس کی یہ بھی ہے کہ مفلس کا کمال دولتمندوں کے مال سے دس بیس حصے گھٹا ہی رہتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

ہنر ز فقر کند در لباس عیب ظہور ۔۔۔ کہ نان گندم در ویش طعم جو دارد

بیشک مفلسی کی وجہ سے ہنر عیب کے لباس میں ظاہر ہوتا ہے اور مفلس کی نان گندم نان جویں کا مزہ دیتی ہے۔

اسی افلاس کے باعث بڑے بڑے شیر دل شہزور روباہ کی طرح عاجز ہو جاتے ہیں

نخوت پرست انکسار کی پرستش کرتے ہیں۔ علم کا چراغ دھندلا پڑ جاتا ہے ہنر کی شمع جھلملاتی رہتی ہے۔ غرض مفلس کا کوئی کام نمایاں نہیں ہوتا اور اس کی کوشش کارگر نہیں ہوتی۔ اگر مفلس بے علم و ہنر ہو تو وہ ایسی ناگفتہ بہ حالت میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ خدا کی پناہ۔

ایک اور مصیبت افلاس کی یہ بھی ہے کہ مفلس آدمی جی لگا کر کوئی کام نہیں کرتا جس کی وجہ سے افلاس اور بڑھتا جاتا ہے۔ افلاس میں بڑی ضرورت صبر و تحمل اور کوشش و استقلال کی ہے اس کے بعد جو کام ہو گا وہ مصیبت کو دور کر سکیگا اہل اللہ کے صبر و قناعت کا کیا کہنا وہ افلاس سے کبھی پریشان نہیں ہوتے اور زر و مال کی ہوس نہیں کرتے۔ تمول میں یاد خدا اور بدی سے بچکر نیکی کی طرف توجہ کرنی سخت مشکل ہے۔

انسان کی قدر علم و ہنر سے ہوتی ہے لیکن مفلس کا علم و ہنر تو انگروں کے پاس قابل قدر نہیں ہوتا حضرت سعدیؒ اپنے مدتوں کے تجربہ کی بات بتلاتے ہیں کہ قدر مرد بعلم است و قدر علم بمال ؎ حضرت شعلہ مرحوم نے بھی اس مضمون کو کیا خوب فرمایا ہے

قدر انساں علم سے اور علم کی دولت سے قدر ؎ رہ گئی دل ہی میں شعلہ قدرداں کی آرزو

اہل علم جانتے ہیں کہ زر سے معاشرت کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں اسلئے وہ بقدر ضرورت حصول زر کے لئے سعی کرتے ہیں مگر زردار علم کے فضائل و فوائد سے واقف نہیں ہوتے اس لئے وہ علم کی قدر نہیں کرتے۔

اکثر اہل علم و ہنرمند و شریف لوگ ایسے بھی گزرے ہیں جو افلاس کی مصیبت اٹھاتے رہے لیکن منعموں سے سوال کی ذلت گوارا نہ کی اور اپنی ساری زندگی افلاس ہی میں

بسر کر دی۔ اہل اللہ نے درگاہ جناب باری میں دست دعا کے سوا کسی کے آگے کبھی
دست سوال دراز نہیں کیا۔ سلاطین و امرائے عظام نے معاش و وظائف مقرر کر دیئے
مگر وہ خدا کے خاص بندے فقیری پر فخر کرتے رہے اور رقم وظائف ساکین و غربا
کے لئے وقف کر دی۔ اگلے لوگوں کے حالات تاریخ میں دیکھو گے تو حیران رہ
جاؤ گے کہ ان کا صبر اور ان کی قناعت کس پایہ کی تھی افلاس کی حالت میں عبادت
علم کی تحصیل میں ریاضت کرتے رہے اور مخلوق خدا کو دینی و دنیوی فائدہ
پہونچاتے رہے کہیں سے رقم ملی تو محتاجوں کو تقسیم کر دی آپ نفع نہیں اٹھایا
یہ لوگ تو مفلس رہ کر دوسروں کی مدد کیا کرتے تھے افسوس ہے کہ اس زمانہ
کے دولت مند دولت مند ہو کر محتاجوں کی مدد نہیں کرتے ببیں تفاوت رہ از کجا تا بکجا
دنیا میں خوشحالی سے بسر کرنے کی آرزو کرنے والے افلاس کو دور کرنے کی
فکر کرنیوالے اگر اہل علم و ذی ہنر ہوں تو ان کی آرزو بر آتی اور ان کی کوشش
ان کو خوشحال بنا سکتی ہے ان کی حرکت میں برکت ہوتی ہے۔ گو ان کے کمال کی
کما ینبغی قدر نہ ہو۔ مگر کچھ نہ کچھ ہو ہی جاتی ہے۔ بڑی مصیبت تو بے علموں اور بے
ہنروں کے لئے ہے خصوصاً کمینوں اور رذیلوں کے حق میں تو افلاس سم قاتل
ہے۔ ان سے ایسی ایسی ناشائستہ حرکتیں سرزد ہوتی ہیں کہ عمر بھر کے لئے وہ ذلیل
و رسوا ہو جاتے ہیں جب بری عادتیں ان کی طبیعت میں جڑ پکڑ لیتی ہیں تو وہ
ہمیشہ کے لئے مصیبتیں اٹھاتے رہتے ہیں۔

عزیزو! تحصیل علم و ہنر میں کبھی غفلت نہ کرو۔ کاہلی سے کسی علم و ہنر کو ناقص
نہ رہنے دو۔ کوئی پیشہ کرو تو اس میں کمال پیدا کرنے کے لئے جد و جہد کرتے رہو

کمال و ہنر جس قدر زیادہ ہوگا اتنی ہی قدر و منزلت ہوگی۔ راحت زیادہ نہ ہو تو تکلیف
بھی زیادہ نہ ہوگی۔ زمانہ کی حالت کبھی یکساں نہیں رہتی ہو سکتا ہے کہ انقلاب نے بے ہنر
توانگر کو مفلس اور مفلس ہنرمند کو توانگر بنا دیا ہے۔ ہر حالت میں علم و ہنر حاصل کرنے
سے غفلت نہ کرو اس لئے کہ زمانہ کی گردش بے ہنروں اور ناقصوں کو بڑی تکلیف
دیتی ہے تم شاذ و نادر کا کبھی خیال نہ کرو۔ النادر کالمعدوم۔ علم و ہنر کے حاصل کرنے
کے لئے مال و زر کی اتنی ضرورت نہیں جتنی مال و زر کے پیدا کرنے کے لئے علم و ہنر
کی ضرورت ہے۔ لوگ مال و دولت کی تو خواہش کرتے ہیں۔ مگر جس سے مال و زر
حاصل ہوتا ہے یعنی علم اسی سے غافل رہتے ہیں اور یہی غفلت ان کو خوار رکھتی ہے
مفلس ہوں یا توانگر زمانہ کے انقلاب کا خیال دونوں کو ہونا چاہئیے مفلس کسب
ہنر سے غفلت کرے گا تو اور بھی مفلس ہو جائے گا اور توانگر بے ہنر رہیگا تو اس کی
توانگری معرض زوال میں ہوگی جب اپنی طرح اپنی اولاد کو بھی بے ہنر رکھیگا تو ایسی دولت
ضرور ضائع ہو جائیگی۔ غنی ہو یا محتاج نہ صرف اپنا ذمہ دار ہے بلکہ اپنی اولاد کا بھی
ذمہ دار ہے کیا کوئی شخص یہ بات پسند کریگا کہ وہ مفلس رہے تو اس کی اولاد بھی
مفلس رہے یا وہ توانگر ہو تو اس کی اولاد مفلس ہو جائے ہرگز نہیں۔ ماں باپ
اپنے سے زیادہ اپنی اولاد کی خوشحالی کی تمنا کرتے ہیں۔ جب یہ بات ہے تو کبھی
ماں باپ کو اولاد کی تعلیم و تربیت سے غافل رہنا اور لاڈ پیار سے اُن کو نکما بنانا
نہ چاہئیے۔ لڑکوں کو بھی شعور آنے کے بعد اپنی بہتری کا خود خیال رکھنا، پڑھنا
لکھنا، ہنر حاصل کرنا، ماں باپ کو خوش رکھنا لازم ہے، افلاس کی حالت میں ماں باپ
کو تنگ کرنا اور خوشحالی کے زمانہ میں اسراف سے کام لینا سعادتمندی سے بعید ہے۔

بعض لوگ تعلیم نہ پاکر خود خوار و ذلیل ہوتے اور مفلس رہتے ہیں اور اپنی اولاد کو بھی تعلیم نہ دلاکر اپنی طرح ذلیل و مفلس رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ نہایت بدطینت ماں باپ اور ان کی اولاد بڑی بدبخت اولاد ہوتی ہے ورنہ دنیا میں لوگ ایسے بھی ہیں جو آپ تکلیف اٹھاتے ہیں اور اولاد کو راحت و آرام میں رکھتے ہیں، ان کی تربیت کرتے ہیں، ان کو تعلیم دلاتے ہیں، ان کے تعلیمی اخراجات کا بار اٹھاتے ہیں پس اگر لڑکے سعادتمند ہوں تو تحصیل علم و ہنر سے ماں باپ کا نام بھی روشن کرتے ہیں اور آپ بھی عزت پیدا کرتے ہیں اور اگر ناخلف و نارشید ہوں تو ماں باپ کے نام کو بھی بٹا لگاتے ہیں، اور اپنے کو بھی ذلیل کرتے ہیں۔

عزیزو! افلاس سے تو نہیں رہیگا، بشرطیکہ تم علم کی دولت کو حاصل کرلو دولت ہے تو دولت میں ترقی ہوگی۔ جب اس میں علم کی دولت بھی شامل ہوجائیگی یقین مانو افلاس کمال و ہنر کے بغیر کبھی دور نہ ہوگا۔

عزیزو! افلاس کا سبب اکثر اسراف ہوا کرتا ہے۔ اگر ناعاقبت اندیش لوگوں کی طرح غیر ضروری خواہشیں پوری کرنے کے لئے آمد سے زیادہ خرچ کروگے اور قرض لوگے تو مفلس ہی رہوگے۔ جتنی آمد اتنا خرچ ہو تو بھی آئندہ افلاس اور محتاجی کی صورت دیکھنی پڑتی ہے، آمد تھوڑی ہو یا بہت، جو شخص کچھ نہ کچھ ذخیرہ کرتا ہے وہ محتاج کہلانے کا مستحق نہیں ہوسکتا۔ کیا وہ غریب جس کی ماہانہ آمدنی قلیل ہو اور وہ اس میں سے بھی ہر مہینے میں کچھ نہ کچھ بچا رکھتا ہو اور کسی سے کچھ نہ مانگتا ہو کسی سے قرض نہ لیتا ہو، محتاج ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیا وہ تونگر جس کی آمدنی بہت ہو اور المضاعف خرچ رکھے اور ہر مہینے قرض سے اس کا کام چلتا ہو، تونگر

کہلانے کا استحقاق رکھتا ہے؟ ہرگز نہیں حقیقت میں تو انگر وہی ہے جو کسی کا محتاج نہ ہو۔

کوئی شخص کیوں نہو اسراف سے اور روپیہ کو ٹھیک مصرف پر صرف نہ کرنے سے مفلس و محتاج ہی رہیگا۔ خواہ اس کی آمدنی کتنی ہی کیوں نہ ہو سے

برا حوال آنکس بباید گریست　　　　که آمد بود نوزده خرج بیست

انسانیت

(اے انسان! اپنے کو پہچان۔ جب خود کو پہچان لیگا تو خدا کو پہچان لیگا۔

اے انسان! وہ علوم سیکھ جو تجھے دین و دنیا کا نفع پہنچائیں۔

اے انسان! دنیا کے کام دو قسم کے ہوتے ہیں۔ نیک یا بد۔ تو انسان ہے تو اشرف المخلوقات ہے۔ تجھے دعوےٰ ہے کہ سے

آسماں بار امانت نتوانست کشید　　　　قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

اب تو خود ہی سمجھ سکتا ہے کہ کونسا کام تیری شان کے شایاں ہے۔ بُرے کام کو چھپا کر اور اچھے کام کو ظاہر کرکے یہ خیال نہ کر کہ تیرا بُرا کام چھپا ہی رہیگا کیا تو نے دیکھا یا سنا نہیں کہ بدکردار لوگ آخر رسوا ہو جاتے ہیں۔ ذلت و زحمت اٹھاتے ہیں اپنے اعمال کی سزا پاتے ہیں۔ بُرا آدمی نہ صرف اپنے لئے بُرا ہے بلکہ اپنی اولاد اپنے اقارب اپنے احباب اور اپنی قوم سب کے لئے برا ہے۔ خدا نے تجھے عقل دی ہے تو اس لئے کہ اچھے بُرے کام میں تمیز کر کے اچھے کام کو اختیار کرے اور بُرے کام سے احتراز کرے مگر یہ کیسی نکبت

ہے کہ بُرا کام کر کے تو نہ صرف آپ بدنام ہوتا ہے بلکہ انسانیت کو بدنام کرتا ہے
اے انسان! تیرے ہر کام کا اثر تیری زندگی ہی تک نہیں بلکہ مدتوں باقی رہیگا۔ اور اس اثر سے تیرے بعد کے لوگ متاثر ہوتے رہینگے۔ تو اگلے بزرگوں کے کارناموں کو دیکھ جن کے نام قرنوں کے بعد بھی آسمان شہرت پر مہر و ماہ کی طرح چمک رہے ہیں اور دعوے کر رہے ہیں کہ "ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما"

اے انسان! دنیوی زندگی ختم کرنے کے بعد تجھ کو عالم اخروی میں رہنا ہوگا غور کر کہ دنیا میں رہنے تک تجھے کیا کیا کام کرنے پڑتے ہیں۔ جب دنیا کی چند روزہ زندگی کے لئے تو اس قدر سامان عیش فراہم کرتا ہے تو آخرت کے لئے جہاں تجھے ہمیشہ رہنا ہے، تو نے کیا سامان راحت مہیا کر لیا ہے۔

اے انسان! تو خاک کا پتلا ہے۔ مگر زر و گوہر سے بھی بڑھکر تیری قدر و قیمت ہے۔ یہ کیوں؟ محض تیری عقل و فراست اور سعادت و شرافت سے۔ اب یہ تیرے ہاتھ کی بات ہے کہ تو اپنے کو گوہر بنائے یا کنکر پتھر۔ اپنے کو بدی سے پتھر ثابت کرے۔ یا نیکی سے ہیرا۔

اے انسان! تو اُن اصحاب کی ہمنشینی اختیار کر جو علم و فضل میں تجھ سے افضل ہوں۔ اہل اللہ کا فیض صحبت ذرہ کو خورشید بنا دیتا ہے۔۔ آدمی آدمی انتر کوئی ہیرا کوئی کنکر۔ لیکن مع آدمی کو بھی میسر نہیں انسان ہونا۔
اے انسان! اگر تو منعم ہے تو مفلس کو حقارت سے نہ دیکھ حاکم ہے تو محکوم پر جبر و تعدی نہ کر۔ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لے کہ تجھ پر بھی کوئی غالب

ہے۔ جیسے تیرے افعال ہونگے ویسا ہی تجھ کو بدلہ بھی ضرور ملیگا۔

اے انسان! مال و دولت اور حکومت و ثروت سے تو فرعون کیوں بنگیا ہے کیا تو نے نہیں سنا کہ فرعون کا کیا حال ہوا۔ تو دوسروں پر ظلم کر کے کس لئے خوش ہوتا اور فخر کرتا ہے؟ کیا تجھے ضحاک و نمرود کا انجام معلوم نہیں ہے؟

اے انسان! کیا تو نیکوں کو معزز اور بدوں کو ذلیل نہیں دیکھتا؟ دیکھکر بھی عقل کا اندھا بن جائے تو سوا اس کے کیا کہا جائے کہ تو بڑا ہی بدبخت ہے "قابل تعریف وہ انسان ہے جو انسان کو انسان سمجھے ہمدردی و ایثار کرے برائیوں کی روک تھام اور بھلائیوں کی قدر کرے۔ ایسا ہی شخص انسان اور یہی شیوۂ انسانیت ہے ؏ ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں۔

ہر مذہب کی ہدایت ہے کہ نیکی کرو، نیکی دین و دنیا میں کام آئیگی اور ہر شخص یقین کرتا ہے کہ موت سے کسی کو رستگاری نہیں۔ اس پر بھی لوگ ہیں کہ بدی کئے جاتے ہیں اور موت کے سر پر آجانے تک نیکی سے غافل رہتے ہیں۔

کون جان سکتا ہے کہ اس کی موت کب آئے گی بچے تو بے شعور ہوتے ہیں۔ رہے جوان اور بوڑھے۔ جوانوں کو بوڑھے ہونے کی، تو بوڑھوں کو کچھ دنوں اور جینے کی آرزو ہوتی ہے۔ اگر عقل سلیم رہبری نہ کرے تو نہ جوان مرنے تک زاد آخرت مہیا کر سکتے ہیں نہ بوڑھے۔ جب موت آجاتی ہے نہ کوئی طاقت اس کو روک نہیں سکتی پھر نیکی کرنے کی مہلت کہاں۔ اور حسرت کیساتھ

دم ٹوٹتا ہے کہ افسوس ہم نے کچھ نہ کیا۔

گناہگاروں کے لئے موت بڑی تکلیف دہ ہوتی ہے۔ مرنا تو مسلم ہے
مگر وہ سراسیمہ ہو کر جان دیتے ہیں۔ جو لوگ متقی ہوتے ہیں ان کو مرنے کے
وقت اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ وہ داعیٔ اجل کو لبیک کہتے ہیں اور راضی برضا
ہو کر اپنی جان جان آفریں کے حوالہ کر کے یہ کہتے ہیں کہ ؎

جان دی۔ دی ہوئی اسی کی تھی   حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

گناہگار موت سے ہزار جان چرائیں موت انہیں کب چھوڑتی ہے اور
گناہگاروں کو کب اتنی مہلت دیتی ہے کہ وہ کچھ نیک کام کر لیں ؎

نیکی کن اے فلاں و غنیمت شمار عمر   زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

ہم دنیا میں بچے کو، جوان کو، بوڑھے کو، امیر کو غریب کو، صالح کو، بدکار کو،
غرض سبھی کو صیاد اجل کا شکار دیکھتے ہیں۔ مگر عبرت حاصل نہیں کرتے ہم سے
یہ نہیں ہوتا کہ ایک بدکار کی موت کو دیکھ کر ہم نیکوکار بن جائیں، بدی سے باز
رہیں، اعمال خیر کرنے لگیں۔ خدائے تعالےٰ نے ہم کو عبادت کے لئے پیدا کیا
ہے اور دنیا میں چند روزہ عمر دیکر اس لئے بھیجا ہے کہ ہم حق اللہ بھی ادا کریں اور
حق العباد بھی۔ مگر ہم ہیں کہ نہ حق اللہ ادا کرتے ہیں نہ حق العباد، اور حق النفس
ادا کرنے کا جو وتیرہ ہے وہ بھی نہایت تاریک و تیرہ۔ یعنی دوسروں کو
تکلیف دیکر اپنے لئے سامان راحت مہیا کرنا چاہتے اور مہیا کرتے ہیں اس سے
بجائے راحت، زحمت اٹھاتے ہیں اور اسی طرح کی زندگی کے ہم خوگر ہو گئے
ہیں۔ یہ ہماری نکبت نہیں تو اور کیا ہے کہ نہ دین کے ہوئے نہ دنیا کے۔

ہماری دنیوی حالت کبھی درست نہ ہوگی جب تک ہم خدا و رسول کے احکام پر نہ چلینگے۔ ہماری ظاہری حالت لوگوں کو مطمئن نظر آئیگی مگر ہمارا باطن خبث کی وجہ سے کبھی اطمینان حاصل نہ کریگا۔ ہم کو فلاح دنیوی کے لئے صلاح اخروی کی فکر کرنی چاہیئے ہمارے دل کو اگر کوئی چیز تسلی دینے والی ہے تو وہ ذکر خدا ہے ہماری فلاح دارین کا اگر کوئی وسیلہ ہے تو صرف عمل خیر ہی ہے مرنے کے وقت ہم کو اطمینان نصیب ہو سکتا ہے

جب کسی آفت کا سامنا ہوتا ہے تو ہم خدا کو یاد کرنے لگتے ہیں اور جب کسی مہلک بیماری میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو موت کے خوف سے ذکر خدا کیا کرتے ہیں جہاں آفت ٹلی اور مہلک بیماری سے نجات ملی کہ ہم دنیوی ناجائز مشاغل میں مشغول ہو گئے کیا اس سے ہمارے پاس نیکیوں کا ذخیرہ جمع ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ انسان جتنے گناہ کرتا ہے اتنی نیکیاں کبھی نہیں کرتا۔ ہم رات دن گناہ کرتے جائیں اور کبھی کبھی نیکی کریں تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ حضرت آدمؑ سے صرف ایک گناہ ہوا تھا۔ تو عمر بھر روتے رہے۔ اُن کی خطا معاف بھی ہوئی تو اُن کو انفعال ہی رہا۔ ہم ہمیشہ گناہ کیے جاتے ہیں مگر کبھی منفعل نہیں ہوتے۔ پھر ہمارا دل سیاہ ہو کر ہم کو گناہ کرنے پر دلیر کیوں نہ بنا دے یہی سیاہ دلی ہے کہ ہم گناہ کئے جاتے ہیں اور ہمیں خبر تک نہیں ہوتی کہ ہم نے کیا کیا۔ بس اسی غفلت میں موت آجاتی ہے اور ہم کو بڑی حسرت سے جان دینی پڑتی ہے۔

ہم گناہ کرتے وقت لوگوں سے تو شرماتے اور اُن سے چھپا گناہ کرتے ہیں مگر خدا سے نہیں شرماتے جس سے ہمارا کوئی گناہ کسی طرح نہیں چھپ سکتا ہے

اگر حجاب کنی از خدا فرشتہ شوی
چنانکہ میکنی از مردماں حجاب اینجا

ہم لوگوں سے ڈرتے اور موت سے ڈرتے ہیں مگر خدا سے نہیں ڈرتے جو قہّار وجبّار بھی ہے اور گناہوں کے عوض نارِ دوزخ کا خوف دلاتا ہے ہم اپنی راحت کے لئے لوگوں کی مذمت لوگوں کی خوشامد کرتے ہیں مگر خدا کی عبادت نہیں کرتے جو رحمٰن و رحیم بھی ہے اور نیکیوں کے بدلے نعیم جنت کا وعدہ فرماتا ہے۔ لوگ ہماری خطاؤں کے باعث ہم سے بدسلوکی کرتے ہیں مگر خدا ہمارے گناہوں پر بھی ہم کو رزق دئے جاتا ہے اور ہم ہیں کہ اس کے رحم و کرم کا شکر نہیں کرتے۔ خدا نہ کرے کہ اس کی نافرمانی کی حالت میں موت آجائے اور ہم کو آخرت میں بھی سیاہ رو بننا پڑے۔

ذکرِ خدا

عزیزو! برائی کا لطف ابتدا میں آتا ہے اور بھلائی کا انتہا میں۔ چونکہ انسان جلد باز ہے اس لئے ایسے کام کی طرف راغب ہوتا ہے جس سے لذت بعجلت ملے اور نتیجہ پشیمانی و پریشانی اٹھانی پڑتی ہے۔ خدائے تعالیٰ جو حکیم مطلق ہے ہم کو اطمینانِ قلب کا نسخہ بتاتا ہے اور ہم ہیں کہ اس کے استعمال سے پرہیز کرتے ہیں وہ فرماتا ہے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۔ (سن رکھو۔ خدا کی یاد سے دلوں کو تسلی ہوا ہی کرتی ہے) لیکن ہم تعمیل ارشاد میں تامل کرتے ہیں اس لئے کہ ہم ذکر خدا کی لذت سے واقف نہیں ہیں۔ کوئی کام کیدل نہ ہو جب تک اس کی عادت نہ ہو اس کی طرف رغبت ہوتی ہے نہ اس میں لطف آتا ہے دیکھو جب کسی کو جوا کھیلنے یا کوئی نشہ کرنے کی عادت پڑتی ہے اور عادت کی

وجہ سے اس کو لذت ملتی ہے تو وہ فعل بد کو ترک نہیں کرتا۔ خواہ عزیز و اقارب دوست احباب کتنی ہی ملامت ولعنت کیوں نہ کریں۔ خواہ مذہب کیسے ہی عذاب الیم سے کیوں نہ ڈرائے۔ خواہ قانون دنیا اس کو کیسی ہی سخت سزا کیوں نہ دے غور کرو کہ برے افعال کی عادت سے بدکار کو اس قدر لذت ملتی ہے کہ وہ طرح طرح کی ذلتیں اٹھا کر ایذائیں سہکر بھی برائیوں سے باز نہیں آتا تو نیکیوں کی عادت سے ہم کیا کچھ لطف نہ اٹھائینگے۔ بس ذکر خدا میں بھی نہایت لذت ملتی ہے مگر ہم اس سے ناواقف اور غافل ہیں اور اس غافل کی مثال اس اندھے کی ہے کہ جس کے سامنے حسن وجمال کی تعریف کرو تو وہ کوئی لطف نہیں اٹھا سکتا۔ چونکہ ہمارا دل بھی جرائم ومعاصی سے زنگ آلود ہوگیا ہے اس لئے ہم کو اس آئینہ میں محبوب حقیقی کا جمال نظر نہیں آتا۔ اور یہ زنگ دور ہوگا تو ذکر خدا ہی سے۔ عزیزو! افسوس ہے کہ تم نے ذکر خدا کا مزا چکھا ہی نہیں کیا تم نہیں جانتے کہ ملائک مقرب بارگاہ الٰہی میں تو کس وجہ سے۔ عارف ولی اللہ ہیں تو کس سبب سے۔ وہ ذکر وشغل سے پھر تم یاد خدا سے غافل کیوں ہو۔ اس غفلت سے باز آؤ اس کی لو تو لگاؤ دیکھو کیسی لذت ملتی ہے ایک دفعہ معرکۂ جنگ میں سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پائے مبارک میں ایک تیر آلگا لوگوں نے اس کو نکالنا چاہا آپ کو تکلیف ہونے لگی تو فرمایا ذرا ٹھہر جاؤ میں نماز میں مشغول ہوتا ہوں اسوقت نکال لینا اسطرح تیر نکالا گیا اور حضرت کو پھر کوئی تکلیف محسوس نہ ہوئی۔

عزیزو! جب تم دنیا کے کسی بادشاہ یا حاکم کو اپنا سرپرست و مربی بنا لیتے ہو تو اس کے نام کے اثر سے تمہارا کس قدر کام نکل آتا ہے۔ کیا تم نہیں جانتے

کہ بعض الفاظ میں جادو سے بڑھکر اثر ہوتا ہے۔ کیا خدا کے اسمائے حسنٰی میں اثر نہیں۔ اثر ضرور ہے اور بہت بڑا اثر ہے۔ تم عبادت سے خدا کو اپنا طرفدار بنا لو پھر دیکھو تمہاری زبان سے خدا کا نام نکل کر لوگوں کے قلوب پر کیا اثر پیدا کرتا ہے۔

عزیزو! خدائے تعالےٰ اپنے بندوں پر بڑا ہی مہربان ہے۔ فرماتا ہے فاذکرونی اذکرکم۔ (یعنے تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کرونگا) ذاکر بندوں کی کیسی خوش قسمتی ہے کہ وہ خدا کو یاد کرتے ہیں تو خدا بھی اُن کو یاد کرتا ہے من کان للہ کان اللہ لہ۔ جس کا رب اس کا سب۔ سارے جہاں کے بادشاہوں کا بادشاہ جس کا ہو جائے تو پھر اُسے کیا چاہیئے۔

عزیزو! خدائے تعالےٰ بے نیاز ہے۔ اس کو ہمارے ذکر کی کچھ حاجت نہیں اس کے ذکر و تسبیح میں بیشمار مخلوق اور بیحساب ملائکہ مشغول ہیں وان من شیئ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحہم۔ خدائے تعالےٰ نے ہمارے فائدہ کے لئے ہم کو اپنے ذکر کی ہدایت فرمائی ہے اور وہ فائدہ کیا ہے؟ اطمینان قلب سے

طاعت بشر کرے تو اسی کی ہو اسمیں خیر سب ہیں نیازمند خدا بے نیاز ہے

عزیزو! جب اس بے نیاز کے ذکر میں تمہارا ہی فائدہ ہے تو پھر اپنے فائدہ کے کام میں کیوں تامل کرتے ہو؟ جب تمہارا پریشان دل ذکر خدا سے مطمئن ہو جاتا ہے تو کیوں اس کو تسلی نہیں دیتے۔ اس کے ذکر سے تم اپنا گناہوں سے بچنے اور عزت حاصل کر سکتے ہو تو پھر ذلت کے افعال سے اجتناب کیوں نہیں کرتے جب ایک ذکر خدا سے ساری دنیا کی نعمتوں کی

لذت مل سکتی ہے تو نعمت دنیا کی ہوس کر کے کیوں پریشان ہوتے ہو یہ کیسی افسوسناک بات ہے کہ۔

ع مرغ تسبیح خواں دما خاموش

حضرت غالب

حضرت غالب کی جس قدر بھی تعریف کی جائے تو یہ کوئی بڑی بات نہ ہوگی نہ اردو کے ذخیرہ میں اس سے کوئی مفید اضافہ ہوگا۔ اور اگر مرحوم کے حالات زندگی و شاعری قلمبند کئے جائیں تو یہ امر بھی تحصیل حاصل ہے جب کہ تذکروں کے علاوہ ایک مبسوط و مکمل کتاب "یادگار غالب" موجود ہے اس لئے میں مرحوم کے کلام کے متعلق وہ باتیں لکھنی چاہتا ہوں جو عام طور پر معلوم نہیں ہیں اور موجودہ کتب بھی اُن کے اظہار سے ساکت ہیں۔

سب لوگ مرزا مرحوم کی شاعری کو ادق کہتے ہیں اور ادق سمجھے ہوئے ہیں اور بس مگر اُن کے خصائص شاعری کے نکات کی طرف لوگوں کا ذہن منتقل نہیں ہوا دیوان غالب کو غور سے دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ مرزا کی جدت پسند طبیعت مبتذل الفاظ کے استعمال سے بھی از بس نفور تھی جو الفاظ ایسے ہیں کہ ابتدائے شاعری سے آج تک دنیا بھر کے شعرا کے دواوین میں بکثرت پائے جاتے ہیں اور نہ صرف الفاظ ہی کے ترک پر اکتفا کی بلکہ نئی نئی ترکیبیں بھی تراشیں اور ایسی بہتر تراشیں کہ ان کے کلام میں معلوم ہوتا ہے نگینے جڑے ہوئے ہیں۔

ان کی طبیعت نے برجستہ الفاظ کے ٹھیک مقامات کو پہچاننے میں بڑی قدرت

رکھتی تھی جس کی وجہ سے ان کے کلام کی معانی میں دقت پیدا ہو گئی کہ لوگ اُسے بے معنی کہنے اور سمجھنے لگے اور مرزا کی معنی آفریں طبیعت پر الزام دینے لگے حالانکہ یہ ان لوگوں کی سمجھ کا قصور ہے۔

مرزا غالب مرحوم لکھنؤ میں جب آئے ہیں تو یہاں اُس زمانہ میں شاعری کا یہ رنگ تھا کہ "آفتاب اونچا ہوا اتنا کہ تارا ہو گیا" "لیلی پکارتی ہے مجنوں کے پیرہن میں" "اُدا سے دیکھ لو جاتا رہے گلہ دل کا" "کیسے تیر انداز ہو سیدھا تو کر لو تیر کو" "خضر کیا جانیں غریب اگلے زمانہ والے" "کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں"

چلا ہے اور دل راحت طلب کیا شادماں ہو کر زمیں کوئے جاناں رنج دیگی آسماں ہو کر

ناسخ کہتے ہیں:-

مرا سینہ ہے مشرق آفتاب داغ ہجراں کا طلوع صبح محشر چاک ہے میرے گریباں کا

اسیر اس کے جواب میں یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں:-

ازل سے سلسلہ ہے اس جنون فتنہ ساماں کا شگاف خامۂ کن چاک ہے اپنے گریباں کا

کہیں اس شعر کا چرچا ہے۔

نہ پوچھو اہل محشر ہم سے دیوانوں کی بیتابی یہاں مجمع سنا یاں بھی تلاش یار میں آئے

کوئی اس مطلع کو پڑھ کے مزے لے رہا ہے۔

جھپٹا وقت ہی بہتا ہوا دریا ٹھہرا صبح سے شام ہوئی دل نہ ہمارا ٹھہرا

کوئی اس مبالغہ و اغراق پر ناز کر رہا ہے۔

ناتوانی نے ہمیں رشک سلیماں کر دیا جب ہوا آئی رواں اپنی سواری ہو گئی

کئی مطلع اور بھی مشہور تھے اور اسی زمانے کے نتائج افکار سے ہیں۔

تلوار کو اگر تو زیب کمر نہ کرتا — قاتل ادھر کی دنیا کوئی ادھر نہ کرتا
آن انکھڑیوں میں اگر نشۂ شراب آیا — سلام جھک کے کرونگا جو پھر حجاب آیا
چکور حسن مہ چار دہ کو بھول گیا — مراد پر جو ترا عالم شباب آیا
ہمیں کیا جو تربت پہ میلے رہے — کہ ہم تو لحد میں اکیلے رہے
نبض بیمار جو اے رشک مسیحا دیکھی — آج کیا آپنے جاتی ہوئی دنیا دیکھی

غرض مرزا نے جو غزل یہاں پڑھی سب لوگ اسے سنکر مبہوت ہو گئے ہونگے کہ یہ کیا روش ہے اور کیا طرز بیاں ہے۔ وہ غزل یہ ہے۔

یاں تک پہنچکر جو غش آتا پیے ہم ہے ہم کو — صدرہ آہنگ زمیں بوس قدم ہے ہم کو

یعنی لکھنؤ میں آکر مجھے غش یہ غش اس لئے آتا ہے کہ ارادہ یہ ہے اپنے قدم چوم لوں۔

اردو میں پیہم کے سوا "پیے ہم" انہوں نے کبھی کاہے کو سنا۔ اسی طرح "صدرہ" بارہا سنا بھلا یہ لوگ کیا جانیں۔

دل کو میں اور مجھے دل محو وفا رکھتا ہے — کسقدر ذوق گرفتاری ہم ہے ہم کو

اس شعر میں بھی "ذوق گرفتاری ہم ہے ہم کو" اردو میں تازہ ترکیب ہے جس سے اہل لکھنؤ کوسوں دور ہیں۔

ضعف سے نقش پیے مور ہے طوق گردن — ترے کوچے سے کہاں طاقت رم ہے ہم کو

نقش پیے مور کا طوق گردن ہونا انہوں نے کہاں سنا تھا۔ وہ نہ مبالغہ واغراق تو یہاں شعر کا جزو اعظم تھا بلکہ ہر جگہ یہی عالم تھا۔

جانکر کیجئے تغافل کہ کچھ امید بھی ہو — یہ نگاہ غلط انداز تو سم ہے ہم کو

نگاہِ غلط انداز کی ترکیب غالب کے سوا دوسرے کا کام نہیں۔

رشکِ ہم طرحی و دردِ اثرِ بانگِ حزیں   نالۂ مرغِ سحر تیغِ دو دم ہے ہم کو

شعر میں پہلے مصرع کی بندش سے کسقدر فارسیت کا زور ٹپکتا ہے کہ سننے والے محوِ حیرت ہو گئے ہوں گے۔

سر اڑانے کے جو وعدہ کو مکرر چاہا   ہنس کے بولے کہ ترے سر کی قسم ہے ہم کو

جہاں اتنے نازک مضامین باندھے تھے ایک صاف شعر کہکے زبان کا مزہ دکھا دیا۔

دل کے خوں کرنے کی کیا وجہ و لیکن ناچار   پاسِ بے رونقیِ دیدہ اہم ہے ہم کو

بندش کا یہ طرز غالب کی خصوصیات سے ہے "و لیکن کیا کریں ناچار ہیں" سب کہنا چاہتے ہیں مگر فعل کو حذف کر کے "و لیکن ناچار" کہہ دینا عجب حسن ایجاز رکھتا ہے۔

تم وہ نازک کہ خموشی کو فغاں کہتے ہو   ہم وہ عاجز کہ تغافل بھی ستم ہے ہم کو

اس طرح دونوں مصرعوں کی ترکیب کا متشابہ ہونا اردو میں غالب کا اختراع ہے۔

لکھنؤ آنے کا باعث نہیں کھلتا یعنی   ہوسِ سیر و تماشا سو وہ کم ہے ہم کو

مقطعِ سلسلۂ شوق نہیں ہے یہ شہر   عزمِ سیرِ نجف و طوفِ حرم ہے ہم کو

لئے جاتی ہے کہیں ایک توقع غالب   جادۂ رہ کششِ کافِ کرم ہے ہم کو

اس زمانہ میں شبستان صفدر جنگ و برہان الملک کے آخری چراغ واجد علی شاہ شمع سحری کی طرح جھلملا رہے تھے۔ معلوم نہیں کہ غالب سے اور آخری بادشاہ لکھنؤ سے ملاقات بھی ہوئی یا محروم پھرے۔ مگر مرزا اپنے بعض مکاتبات

میں خود لکھتے ہیں اور بدقسمتی کی شکایت کرتے ہیں کہ "میں نے والئ اودھ کی مدح
کی تو اس کا تخت و تاج برباد ہو گیا، سلطنت جاتی رہی۔ والئ حیدرآباد کے لئے
مجھ سے نہ کہو کہ قصیدہ لکھوں کیونکہ میری شوئ طالع کا اثر اجازت نہیں دیتا کہ
دکن کی سلطنت کو بھی مدح کر کے ضرر پہنچاؤں۔

اس زمانے کی شاعری میں معشوق کے جتنے نام تھے صنم۔ قمر۔ پری رو۔ مہرو۔
گلرو۔ اے جان۔ اے ماہ۔ اے گل۔ اے بت۔ جاناں۔ رشک مسیحا،
غیرت گل، رشک پری، رو کش حور وغیرہ غالب نے سب ترک کر دیئے۔ انہیں
گوارا نہ ہوا کہ وہ الفاظ جو مبتذل ہو چکے ہیں میرے قلم سے بھی نکلیں۔ اسی طرح
ہر ایک معمولی و مبتذل ترکیب جو فارسی سے اردو میں شعرائے قدیم نے لے لی
تھی انہوں نے ترک کر دی گویا شعر کی زبان ہی نئی بنا لی۔ ہر لفظ میں جدت اور
ہر ترکیب میں ندرت پیدا کر دی۔ اس کے علاوہ معنی کی نزاکتیں۔ مرزا بیدل
کے رنگ میں ڈوب کر فارسی ترکیبوں کیساتھ دست و گریباں کر دیں کہ اردو میں
کبھی کسی نے نہ سنی ہوں گی۔ پھر زبان کے مزے کو بھی نہ چھوڑا جہاں صاف
کہا ہے قلم توڑ دیا ہے۔

آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی — اب کسی بات پر نہیں آتی
نظر لگے نہ کہیں اس کے دست و بازو کو — یہ لوگ کیوں مرے زخم جگر کو دیکھتے ہیں
نہ ہوئی گر مرے مرنے سے تسلی نہ سہی — امتحاں اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی
بوئے گل، نالۂ دل، دود چراغ محفل — جو تری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا
گدا سمجھ کے وہ چپ تھا مری جو شامت آئے — اٹھا اور اٹھ کے قدم میں نے پاسباں کے لئے

ان کے نازک اشعار ہیں جو بغیر تعمق سمجھ میں نہیں آتے

بساطِ عجز میں تھا ایک دل یک قطرہ خوں وہ بھی
سو رہتا ہے بانداز چکیدن سرنگوں وہ بھی

اور یہ شعر بھی نہایت نازک ہے:

اچھا ہے سرِ انگشتِ حنائی کا تصور
دل میں نظر آتی تو ہے اک بوند لہو کی

گو مرزا کا کلام اردو شعرا کے کلام سے الگ ہے اور اس رنگ اردو کے کسی شاعر کے کلام سے نہیں ملتا مگر غور کیا جائے تو بعض شعرائے ایران کے کلام کی اور مرزا کے کلام میں بہت سی باتیں پائی جاتی ہیں اور ظاہر ہوتا ہے کہ بیدل، کلیم، اسیر و ناصر علی و شوکت بخاری کی خیال بندی و معنی آفرینی کی طرح مرزا کے کلام نے اس کمی کو پورا کر دیا ہے جو اردو میں پائی جاتی تھی۔ اگرچہ اس قسم کی معنی آفرینی و خیال بندی میں مومن نے بھی حصہ لیا ہے مگر حضرت غالب کی طرز غالب ہے۔ مرزا مرحوم کی طبیعت تصریح کی جگہ کنایہ استعمال کرنے اور خبر کو انشا کی صورت میں ادا کرنے اور تشبیہ مرکب و متحرک کو کلام میں لانے کی طرف راغب تھی۔ اس پر بندش اور طرز ادا کے کمال سے مرحوم کے کلام کو اردو شاعری کے دربار میں ممتاز جگہ مل گئی۔

حضرت غالب کا یہی ایک مختصر و منتخب دیوان اردو ہی نہیں ہے بلکہ فارسی میں نظم و نثر کا ضخیم کلام نیز اردو میں نثر اردوئے معلیٰ و عود ہندی ایسی کتابیں ہیں جو فارسی و اردو کے خزانے میں گرانمایہ گوہر کہلانے کی مستحق ہیں اور ہر ایک کتاب اپنی جگہ لاجواب ہے۔ زبان اردو و فارسی کو حضرت غالب کے تصانیف سے مدد ملی اور مل رہی ہے۔ چونکہ غالب مرحوم کو زبان فارسی سے خاص دلچسپی تھی اس لئے ان کا کلام فارسی اہل زبان کی طرح شیریں و دلکش

ہے اور کیا نثر کیا نظم زبان کی خوبی کے ساتھ معانی و بیان کی خوبی سے بھی مزین ہے۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ جیسا ادق کلام ان کا اُردو کا ہے ویسا فارسی کا نہیں ہے۔ نثر اُردو تو اس قدر سہل و آسان ہے جس کو سہل ممتنع کہنا بجا ہے اور یہی حال اُردو دیوان کے بعض سلیس اشعار کا ہے کہ الفاظ تو عام فہم ہیں لیکن معانی کی خوبی جو ان میں ہے وہ عام لوگ تو کیا خاص لوگ بھی نہیں پا سکتے چنانچہ یہ شعر:-

مت پوچھ کہ کیا حال ہے میرا ترے پیچھے
تو دیکھ کہ کیا رنگ ہے تیرا مرے آگے

جن لوگوں نے حضرت غالب کا کلام نظم و نثر اُردو و فارسی بالاستیعاب دیکھا ہے وہ سمجھ سکتے ہیں کہ غالب مشکل سے مشکل اور آسان سے آسان شعر کہنے پر قادر تھے یہی وجہ ہے کہ ان کے دیوان اُردو کے اشعار کو دیکھ کر ادق گو کہہ دینا سہل ہے اور کلام کو سہل ممتنع کہنا قصور فہم

منہ نہ کھلنے پر ہے وہ عالم کہ دیکھا ہی نہیں
زلف سے بڑھ کر نقاب اس شوخ کے منہ پر کھلا

دو شعر ہیں کہ وہی اشعار ادا کئے ہیں ہے مگر اس کا کیا علاج کہ معمولی فہم اس کے حسن بیان کے سمجھنے سے قاصر ہے۔ یہ شعر ان کا اس قدر صاف ہے۔

ساقی گری کی شرم کرو آج ورنہ ہم
ہر شب پیا ہی کرتے ہیں مے جسقدر ملے

ایک صاحب کسی بزرگ کی شرح میرے پاس لیکر آئے کہ دیکھیے عجیب معنی اس شعر کے حضرت شارح نے بیان کئے ہیں۔ یعنی اے ساقی ہم جو نشہ میں گر پڑتے ہیں تو ہمارے اس گرنے کی شرم کرو "ساقی گری کی شرم کرو" کی جگہ شارح نے "ساقی گرنے کی شرم کرو" سمجھا شرح میں یہ دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی کہ جب صاف شعروں کا مطلب یہ ہو تو پھر کیوں نہیں

سمجھ سکتے تو نازک اشعار کو کیا سمجھے ہوں گے۔

ان اشعار کی فصاحت و بلاغت اور جدت قابل تعریف ہے:-

مجھے اب دیکھ کر ابر شفق آلودہ یاد آیا — کہ فرقت میں تری آتش برستی تھی گلستاں پر

لیتا۔ نہ اگر دل تمہیں دیتا کوئی دم چین — کرتا جو نہ مرتا کوئی دن آہ و فغاں اور

اک شرر دل میں ہے اس سے کوئی گھبرائے گا کیا — آگ مطلوب ہے ہم کو جو ہوا کہتے ہیں

ہستی کا اعتبار بھی غم نے مٹا دیا — کس سے کہوں کہ داغ جگر کا نشان ہے

اپنی ہستی ہی سے ہو جو کچھ ہو — آگہی گر نہیں غفلت ہی سہی

نسیہ و نقد دو عالم کی حقیقت معلوم — لے لیا مجھ سے مری ہمت عالی نے مجھے

ہے چشم تر میں حسرت دیدار سے نہاں — شوق عناں گسیختہ دریا کہیں جسے

حضرت غالب مبتذل مضامین کو باندھتے نہیں اور جب باندھتے ہیں تو اس طرح باندھتے ہیں:-

وائے واں بھی شور محشر نے نہ دم لینے دیا — لے گیا تھا گور میں ذوق تن آسانی مجھے

وہ آیا بزم میں دیکھو نہ کہیو پھر کہ غافل تھے — شکیب و صبر اہل انجمن کی آزمائش ہے

دیکھیے مبتذل مضمون میں کتنی خوبی بڑھا دی ہے۔ سخن کی خوبی یہی ہے کہ [illegible] سے خبر کو انشا اور حقیقت کو مجاز اور تصریح کو کنایہ کی صورت میں ادا کیا جائے مرزا مرحوم کے کلام میں کثرت سے ایسی خوبیاں ہیں۔

تشبیہات قابل غور ہیں:-

نہ لیوے گر خس جوہر طراوت سبزۂ خط سے — لگاوے خانۂ آئینہ میں روئے نگار آتش

جب بہ تقریب سفر یار نے محمل باندھا — تپش شوق نے ہر ذرہ پہ اک دل باندھا

اچھا ہے سر انگشت حنائی کا تصور — دل میں نظر آتی تو ہے اک بوند لہو کی

باغ پا کر خفقانی یہ ڈراتا ہے مجھے — سایۂ شاخ گل افعی نظر آتا ہے مجھے

آمد بہار کی ہے جو بلبل ہے نغمہ سنج — اڑتی سی اک خبر ہے زبانی طیور کی

لفظی رعایت یا ضلع کی صنعت ایک رکیک صنعت ہے مگر حضرت غالب کے کلام میں بندھ گئی ہے تو مزہ دے جاتی ہے۔

نفی سے کرتی ہے اثبات تراوش گویا — دی ہے جائے دہن اس کو دم ایجاد نہیں

دی سادگی سے جان پڑوں کوہکن کے پانو — ہیہات کیوں نہ ٹوٹ گئے پیرزن کے پانو

یہ خیال بھی لوگوں کا غلط ہے کہ غالب کے کلام میں تصنع بالکل نہیں یا تصنع کی بناوٹ کرتے ہیں مگر وہ جو کسی کو نہ سوجھی تھی۔ مثلاً

کاوش کا دل کرے ہے تقاضا کہ ہے ہنوز — ناخن پہ قرض اس گرہ نیم باز کا

نہیں اقلیم الفت میں کوئی طومار ناز ایسا — کہ پشت چشم سے جس کے نہ ہووے مہر عنواں پر

جو نہ نقد داغ دل کی کرے شعلہ پاسبانی — تو فسردگی نہاں ہے بہ کمین بے زبانی

اشعار مذکورہ کی شرح کی جائے اور صنائع بدائع دکھائے جائیں تو مضمون نہایت طویل ہو جائے اس لئے ہم نے اختصار سے کام لیا ہے وہ لوگ جو مرزا مرحوم کی خوبی اشعار کو نہ سمجھ کر اشعار کو بے معنی کہتے ہیں ان کے لئے یہ مضمون اشعار کے بامعنی اور فصیح و بلیغ ہونے کے لئے بس ہے اگر وہ سمجھنے کی کوشش کریں۔

حمد باری تعالےٰ

یا رب ہے تجھی کو حمد شایاں — تو ہے صمد و رحیم و رحمٰن
بخشا تو نے صدف کو گوہر — پتھر کو عقیق، کان کو زر
افلاک کو مہر و ماہ و انجم — دریا کو تموج و تلاطم
آب ابر کو، گل کو نکہت و رنگ — بلبل کو ترانۂ خوش آہنگ
طوطی کو نوا، ثمر شجر کو — گلشن کو صبا، ضیا سحر کو
سوسن کو زباں دی سرو کو قد — یارب تری دین کی نہیں حد
دی فرحت زندگی نفس کو — نے کو شکر، انگبیں مگس کو
مرجان کو جان، موتی کو آب — یاقوت کو قوت، مہر کو تاب
انساں بنا کے ہم کو یارب — دیں تو نے جہاں کی نعمتیں سب
تجھ سا نہیں کوئی دینے والا — ہم سا نہیں کوئی لینے والا
دی ہم کو زباں، زباں کو گفتار — کیوں شکر ترا کریں نہ ہر بار
کیسی یہ ہے بخشش و کرامت — انسان کو اپنی دی امانت
جو بار نہ اٹھ سکے کسی سے — ق — انسانِ ضعیف اُسے اٹھا لے
حکمت یہ تری نہیں تو کیا ہے — قدرت یہ تری نہیں تو کیا ہے
ہے کس قدر اس سے تجھ کو الفت — انسان کو سب پہ دی فضیلت

ہے جاہ میں یہ فلک سے بڑھکر
ہے شان میں یہ ملک سے بڑھکر

یہ سارے جہان کا ہے مخدوم
ہے سارا جہان اس کا محکوم

ہے فرق پہ افسر شرافت
قبضہ میں خزانۂ بصیرت

تیرا ہی یہ فضل ہے خدایا
انسان نے رتبہ یہ جو پایا

جب اتنی ہے ہم پہ تیری رحمت
ہم کیوں نہ کریں تری عبادت

کر فضل ذہین یہ الٰہی
ہو حشر کے دن نہ روسیاہی

عفو و انتقام

مبرا خطاؤں سے کب ہے بشر
کہ لفظ بشر میں ہے معنئ شر

جو ہوتے ہیں حق کے ولی یا نبی
نہیں کرتے عمداً خطا وہ کبھی

نہایت غنیمت ہیں وہ آدمی
قصور و خطا کی ہو جن میں کمی

نظر آئیں جن میں بہت خوبیاں
سمجھئے انہیں مثل کروبیاں

جو ہوتے ہیں مخلوق کے عیب جو
وہ کاہے کو ہونے لگے نیک خو

یہ نیکوں کا ہوتا ہے بے شک شعار
خطا کرکے ہوتے ہیں وہ شرمسار

وہ کرتے ہیں کوشش یہ امکان بھر
کہ اُن سے خطا ہو نہ بار دگر

کرے کوئی انسان اگر فکر و غور
ہوں معلوم اُسے اپنے ڈھنگ اور طور

کہ ہے کس قدر مجھ میں شر و فتور
ہوا کرتے ہیں مجھ سے کتنے قصور

پہنچتا ہے پھر کس سبب کس کو دکھ — مری وجہ سے کون پاتا ہے سکھ
ہوئی اپنے کرتوت کی جس کو جانچ — برائی کی اُس کو لگے کیوں نہ پھر آنچ
ہمیں جب نہیں بے خطا بے قصور — گنیں سخت کیوں دوسروں کے قصور
یہ کیسا ہے انصاف کیسی سمجھ — سراسر حماقت ہے الٹی سمجھ
سمجھ لیں ہم اپنے کو معذور صاف — کریں دوسروں کو نہ ہرگز معاف
بڑی بھی خطا کب ہے اپنی بڑی — ہے چھوٹی خطا دوسروں کی بڑی
فراموش کر جائیں اپنی خطا — کریں دوسروں پر نہ لطف و عطا
سزا اُس کو دینی ہے از بس ضرور — جو نادم نہ ہو کر کے جرم و قصور
خطا کو جو اپنی نہ سمجھے خطا — عبث اُس پہ کرنا ہے رحم و عطا
جو ہے مردم آزار ہے کور بخت — کرو رحم اُس پر تو ہے ظلم سخت
ہوا اُس سے خطا تو کرو تم کرم — خفا ہو کے کھو دو نہ اپنا بھرم
نہ لیگا جو عفو و مروت سے کام — تو اُس سے بھی لیگا کوئی انتقام

صفات اچھے ہیں حلم و عفو و کرم
ذہیں ان کے خواہاں ہیں خالق سے ہم

حرص و طمع

کیا تجھے ہو گیا ہے اے مکھی — کیوں تجھے اتنی حرص ہے مکھی
کیوں تجھے اس کا ہو گیا چسکا — کام کیا یہ کسی کے ہے بس کا

شہد و شکر پہ کیوں تو مرتی ہے — کیوں تو نقصان اپنا کرتی ہے

تجھ کو تلخی کا کچھ نہیں کھٹکا — دیکھ میٹھے سے دل نہ یوں اٹکا

شہد میں گر کے جب تو پھنستی ہے — ساری مخلوق تجھ پہ ہنستی ہے

دے نہ میٹھے پہ جان اے مکھی — جان شیریں میں لطف ہے مکھی

حرص سے تجھ پہ ہے خدا کا قہر — گڑ سے جب تو مری تو کیوں نہ مر

حرص سے تو جفائیں سہتی ہے — کف افسوس ملتی رہتی ہے

چھوڑ دیتی نہیں مگر لالچ — کیسی راحت تجھے ہو گر ا[illegible]

اے مگس لے مزے قناعت کے — ہیں مزے اس میں یا خوانِ

ہوتی ہے حرص سے تجھے ذلت — کر قناعت کہ تیری ہو عزت

مکھی! لالچ ہے تیری فطرت میں — کب قناعت ہے تیری قسمت میں

یہ تو انسان کی طبیعت سے ہے — جس میں شرم و حیا و غیرت ہو

کون ہے اس دلیر سے بڑھ کر — اس کی ہمت ہے شیر سے بڑھ کر

ساری مخلوق سے یہ افضل ہے — نقص سے ہو بری تو اکمل ہے

سب سے بڑھ کر ہے اس میں دانائی — کب کسی میں ہے یہ توانائی

خلق بد ہو تو چھوڑ سکتا ہے — رشتۂ حرص توڑ سکتا ہے

سوجھ جاتی ہے اس کو سیدھی راہ — ہے یہی اعتدال سے آگاہ

اس بشر میں اگر نہ ہو کچھ شر — پھر یہی ہے ملک سے بھی بڑھ کر

چاہیے اس کو چھوڑ دے یہ ہوس — نہ بنے طائر اسیر قفس

ہو کے انسان کیوں بنے حیوان — اس کی حیوان سے ہو عالی شان

ہاتھ میں اس کے اس کی عزت ہے ۔ یہ جو غفلت کرے تو ذلت ہے

اے ذہین آپ ہیں اگر دانا
حرص کے دام میں نہ پھنس جانا

ترش روئی وخوش خوئی

عزیز من جو خوش اخلاق ہوگا ۔ اُسے عزت کا استحقاق ہوگا
اگر رکھیگا خود کو شاد و مسرور ۔ کریگا دوسروں کا رنج و غم دور
نہ ہوگی خوش مزاجی جب کسی میں ۔ وہ کڑھتا ہی رہیگا جی ہی جی میں
جو خود ہی رنج و غم میں مبتلا ہو ۔ تو اُس سے دوسرا محظوظ کیا ہو
یہی ہوتی ہے خواہش سب کے جی میں ۔ کہ تاریکی سے نکلیں روشنی میں
اُجالے کا ہے سب جگ میں اجالا ۔ اندھیرے کا جہاں میں منہ کالا
کسی کو سرد مہری کب ہے مرغوب ۔ کہ سب کو گرمئ الفت ہے مطلوب
ہر اک خوش خو سے کرتا ہے محبت ۔ نہیں رکھتا کوئی بدخو سے الفت
نہیں بنتا ترش رو کا کوئی کام ۔ یہی دیکھا کہ وہ رہتا ہے ناکام
جو پڑ جاتی ہے بدخو سے ضرورت ۔ تو دشواری سے برآتی ہے حاجت
پسند آتا ہے بدخو کو تملق ۔ وگرنہ کیجیے قطع تعلق
کہا کرتے ہیں اہل عزم و ہمت ۔ ترش رو سے نکالے کون حاجت
کرے بدخو جو اپنے دل میں کچھ غور ۔ تو بدخوئی کے ہوں معلوم اسے طور

کرو ٹکڑے میرے باعث کس قدر دل — ہوئے تیغ زباں سے کتنے بسمل
بنے کتنے احبّہ میرے دشمن — ہوئے کتنے شناسا مجھ سے بدظن
پھر اس سیرت سے اپنی وہ خجل ہو — ترشروئی سے اپنی منفعل ہو

ترشروئی ذہین اصل فتن ہے
ترشرو صید آلام و محن ہے

صالح وطالح

ہیں جہاں میں طرح طرح کے بشر — نیک ہے ایک میں تو ایک میں شر
ایک میں غصہ ایک میں ہے حلم — ایک میں جہل ایک میں ہے علم
کوئی ہے مفسد و شر کینہ — اور سینہ کسی کا آئینہ
کوئی بزدل ہے اور کوئی شجاع — کوئی قانع ہے کوئی ہے طماع
متواضع کوئی کوئی مغرور — متکبر کوئی کوئی مسرور
کوئی عادل ہے عفو و حلم شعار — کوئی ظالم ہے زبردست آزار
ہے سخی کوئی اور کوئی ہے بخیل — ہے معزز کوئی کوئی ہے ذلیل
جس میں اوصاف ہیں پسندیدہ — خلق ہوتی ہے اُس کی گرویدہ
نیک سے سب کو ہوتی ہے اُلفت — بد سے سب لوگ کرتے ہیں نفرت

نیک جس میں زیادہ ہوں اوصاف
ہے ذہین اُس کا اک جہاں وصّاف

مشغلہ

کرو غور کرنے سے پہلے نہ بات — نہیں ہوتی ہر بات قند و نبات
اگرچہ ہے حکمت کا جوہر سکوت — نہیں جوہر انسان کا ہر سکوت
کہے جو نہ موقع پہ حیوان ہے وہ — جو موقع پہ کہتا ہے انسان ہے وہ
عزیزو یہ تھی اگلے لوگوں کی ریت — کہ موقع سے کرتے تھے وہ بات چیت
نصیحت تھی اُن کی ہر اک بات میں — عذوبت تھی ان کی ہر اک بات میں
وہ دل کو کسی کے دکھاتے نہ تھے — وہ شان اپنی ہرگز دکھاتے نہ تھے
نہ سینے میں کینہ نہ دل میں تھا بیر — کہ تھے صاف دل نیک خواہ اہل خیر
جہاں ایسے مل بیٹھتے تھے بشر — نہ اٹھتا تھا فتنہ نہ مچتا تھا شر
مگر جو ہیں اس عہد کے آدمی — نئے دور کے ہیں نئے آدمی
دہن میں ہے ان کے زباں یا چھری — کہ چلنے میں ہے تیز گویا چھری
غرض ان کو لطف طبیعت سے ہے — انہیں مطلب اپنی مسرت سے ہے
کریں گے نہ احساں جو ہو مال و زر — ہے احساں پہونچائیں گر یہ ضرر
حکومت ہو یا زر تو نخوت کریں — ہو افلاس تو پھر شرارت کریں
نہیں ہم نشینی سے ان کی مفاد — اگر ہے تو امید شر و فساد
برائی پہ کھلتی ہے ان کی زباں — ستم کر کے ہوتے ہیں یہ شادماں
عجب لوگ اگلے زمانے کے تھے — یہ دنیا سے قابل نہ جانے کے تھے
یہ کرتے تھے طاعت بھی اللہ کی — کیا کرتے تھے خدمت خلق بھی

کیا کرتے پند و نصیحت کبھی — کہا کرتے نقل و حکایت کبھی
کبھی تو ہنر تعلیم کا مشغلہ — کبھی بحث و تفہیم کا مشغلہ
کبھی شعر خوانی کبھی ہے مزاح — جو ہو شرع و آئین کی رو سے مباح
عزیزو بہت سے ہیں دنیا کے کام — کرو کام وہ جس سے پیدا ہو نام
اگر کام کرنے سے تھک جاؤ تم — تو کچھ دیر جی اپنا بہلاؤ تم
مقرر ہو ہر کام کا ایک وقت — کہ اس کام کا ہو وہی نیک وقت
شریروں کے ہونا نہ ہرگز جلیس — یہ ہوتے نہیں غمگسار و انیس
یہ اشرار ہوتے ہیں ایذا رساں — نہیں نفع ان سے مگر ہے زیاں
کسی کا رہا کب مدام ایک حال — کبھی ہے خوشی تو کبھی ہے ملال
تغیر ہے عادت میں انسان کی — تبدل ہے سیرت میں انسان کی
تغیر نہیں ہے کسی سے جدا — تغیر نہیں جس کو وہ ہے خدا
بشر کے لئے ہے عروج و زوال — خدا ہی کی اک ذات ہے لایزال

مدد سعدی پارس کی ہے ذہیں
نہ کیوں پھر یہ مضمون ہو بہتریں

جور ستم

کہاں کو ممکن ہے کہ ہم رکھیں باز — تا نہ سنیں نغمۂ جانسوز چنگ
سہل ہے آنکھوں کو کریں منع ہم — دیکھیں نہ وہ شوخ رخ لالہ رنگ

سو رہیں بستر کی جگہ خاک پہ — گو نہ ہو بالیں کے لئے خشت و سنگ
سونگھیں نہ بو کے گل نسریں کبھی — آنے نہ دیں دل میں خوشی کی ترنگ
روکے رہیں ہاتھ کو افلاس میں — پاؤں نہ پھیلائیں اگر جامہ ہو تنگ
دل پہ رکھیں صبر کی سل جبر سے — سمجھیں طلب کو سبب عار و ننگ
سب یہ ہے آسان مگر کیا کریں — جور شکم سے ہیں نہایت ہی تنگ
یہ تو کسی طور سے صبر آتا نہیں — پیٹ نہیں دیتا جو رکھیں اس پہ سنگ
اس کو بھی اژدر کا دہن جانیئے — مانیئے بس اس کو بھی کام نہنگ
کھاتے ہیں غم ہم ہمیں کھاتا ہے پیٹ — اس کے تو کھانے نے کیا ہم کو دنگ
کھا گیا اب تک یہ منوں ہی اناج — پی گیا اب تک یہ دریائے گنگ
مار ہی ڈالیگا ہمیں ہے یہ مار — پھاڑ ہی کھائیگا ہمیں یہ پلنگ
یوں تو یہ آفت ہے تجرد میں بھی — اس پہ تعلق نے جمایا ہے رنگ
مکر و دغا موجب تذلیل ہے — دل میں ہی جاتی ہے دل کی امنگ
چاہیئے صبر اور مشقت کریں — ہیں یہی دنیا میں جینے کے ڈھنگ

پھول یہ سعدیؒ کی گلستاں کے ہیں
ہم نے فقط ان کا جمایا ہے رنگ

نیرنگ زمانہ

ہیں نئی بات روز زمانہ کے نیرنگ — کہ دکھاتا ہے یہ نئے نئے رنگ

کہیں دو دشمنوں میں صلح ہوئی — کہیں دو دوستوں میں چھڑ گئی جنگ

کہیں بیٹی کو ماں سے ہے الفت — کہیں کرتا ہے بیٹا باپ کو تنگ

کہیں ماتم سے حشر ہے برپا — کہیں عشرت کا ہے جما ہوا رنگ

موت کا ڈر ہے ایک بڈھے کو — زندگی ہی سے اک جواں ہے تنگ

کوئی تو پی رہا ہے شربت مرگ — کوئی سرشار پی کے ہے مے و بنگ

جل رہا ہے پتنگ شمع پہ ایک — اڑ رہا ہے ہوا میں ایک پتنگ

اک جواں ہے کہ پیر سا ہے ضعیف — ایک بڈھا جواں کے ہے ہمرنگ

فرش مخمل پہ ایک سوتا ہے — زیر سر ایک کے ہے بالش سنگ

ہے عجب کارخانہ دنیا کا — سارے نرد و راس میں ہیں دلتنگ

سب نے پھیرا ہے منہ قناعت سے — حرص نے سب پہ ہے جمایا رنگ

ہے گدا کو جو فکر نان جویں — شاہ کرتا ہے فکر ملک میں جنگ

دل کو ہر اک کے موہ لیتی ہے — زال دنیا کے کچھ عجب ہیں ڈھنگ

ایسی تکلیف دہ ہے یہ دنیا — دہن اژدر کا یا ہے کام نہنگ

اس میں کچھ نیکیاں نہ ہوتیں اگر — ہوتا انسان زندگی سے تنگ

دلکشا ایک باغ بھی ہے یہاں — ہیں جہاں میوہ ہائے رنگا رنگ

سارے میووں سے صبر میٹھا ہے — گو بظاہر ہے اس کا پھیکا رنگ

ساتھ دیتا ہے صابروں کا خدا — پھر کوئی شخص کیوں رہے دلتنگ

قیمت اس میوہ کی ہے نیک عمل — کر نہ اس کے خریدنے میں درنگ

کھوٹے سکے چلاتے ہیں شر کے — سارے مکاروں کے یہی ہیں ڈھنگ

سارے افراد کو ہے دنیا میں
خوار آخر کو ہوتے ہیں مکار
کاخ کو خاک میں ملاتا ہے
اس سے عبرت کا جو سبق لیگا
ہے تو اہل ہنر کو کچھ جین
آبرو ہوگی بس اسی کی یہاں
دین و دنیا کے کام کرتے ہیں

خیر سے عار نیکیوں سے ننگ
جمع کرتے ہیں گنج ہوتی ہے جنگ
جبر نخ کے ہیں ہمیشہ سے ہی فی ڈھنگ
ہے وہی شخص صاحب فرہنگ
کرتی ہے بے ہنر کو دنیا تنگ
نہ کرے کام سے جو کوئی ننگ
یہی ہوتے ہیں عاقلوں کے ڈھنگ

کام اچھے کرو ذہین یہاں
کہ نہ ہو جائے تم پہ دنیا تنگ

عفو خطا

ذہین اہل دنیا کا ہے یہ شعار
خطا سے کسی کی کرے درگزر
خطا کار سے کوئی احساں کرے
خطا کار سے کس کو ہوتی ہے چاہ
نہ ہو بھائیوں میں تالف اگر
پسر گو ہے نور نظر باپ کا
کسی زن میں گر ہو نہ مہر و وفا
جو خادم سے ہو جائے کوئی خطا

کہ خاطی سے کرتے ہیں سب ننگ و عار
بشر کا کہاں ایسا قلب و جگر
بھلا کام کیوں ایسا انساں کرے
کھدا اس کے آگے سزا کا ہے چاہ
کنوئیں میں گرا دیں ہو یوسف اگر
خطا پر نظر سے وہ گر جائے گا
رہے گا مدام اس سے شوہر خفا
کرے اس پہ آقا نہ لطف و عطا

ہے ایسا مگر خالق انس و جاں
کہ ہے عاصیوں کا بھی روزی رساں

کرے بندہ روزانہ جرم و خطا
نہیں بند روزینہ کرتا خدا

خدا سے گر اخلاق سیکھیں بشر
تو ان میں نہ باقی رہے کوئی شر

خدا ہے کریم و رحیم و غفور
وہ کر دیتا ہے معاف لاکھوں قصور

بشر کو بھی شرم و حیا چاہیئے
کچھ اس کو بھی خوف خدا چاہیئے

خطا پر بھی جب وہ عنایت کرے
تو بندہ بھی کچھ شکر نعمت کرے

طریقہ یہ کیا ہے انسان کا
سلیقہ یہ کیا ہے انسان کا

بشر سے بشر کو ہے شرم و حیا
نہیں شرم خالق سے لیکن ذرا

ہمیشہ ہے خائف بشر سے بشر
نہیں دل میں خالق کا خوف و خطر

کرے آدمی گر خدا سے حیا
فرشتے سے ہو اس کا رتبہ سوا

خدا سے کرے خوف اگر آدمی
تو بن جائے وہ متقی و ولی

خدایا تو ہی سب کو توفیق دے
کہ بندے ہیں سب تیرے اچھے برے

عطا

لوگوں کو نہیں خیال اس کا
کہتے ہیں جسے عطا وہ ہے کیا

فاقوں سے جو شخص جاں بلب ہے
جاں بر وہ سیم و زر سے کب ہے

ہو جس کی لبوں پہ بھوک سے جاں
ہے اس کو جواہر و گہر جاں

پیاسے کا اگر ہو حال ابتر
کب پیاس بجھائے آب گوہر

کام آتے نہیں ہیں لعل یاقوت　　جس کو ہو فقط ضرورت قوت

ننگا جیسے کپڑوں کا ہے بھوکا　　کیا اسپ کو لیکے اوڑھ لیگا

لنگڑا جو پھرے ہے بے نوا ہو　　ہاتھی پہ وہ سوار کیا ہو

اندھے کو اگر دے کوئی عینک　　ہے یہ حماقت اسکی بیشک

بھوکا ہو تو کچھ غذا کھلا دو　　چلتا ہو تو راستہ دکھا دو

اس دین سے اسکو بہرہ ہو کیا　　کیا لیکے کریگا چنگ بہرا

بیمار کو ہے دوا کی حاجت　　دو صرف غذا تو کیا ہو صحت

بھوکے کو کھلاؤ سیر ہوگا　　کب کھینچنے سے گڑ کے منہ ہو میٹھا

جاڑے سے جو کوئی کانپتا ہو　　دو شعل سے تو نفع کب ہو

نادم جو ہو خطا پہ اپنی　　ہے خلق بد اس کو گالی دینی

بے مانگے کچھ شریف کو دو　　ق　　دو مانگے پر اگر کچھ اس کو

نام اسکا فہمین کہ عطا ہے　　ہے یا تگنے ہی کا اک صلا ہے

جس کو ہو جس قدر ضرورت　　دو واقعی تا ہو پوری حاجت

جس شے سے نکلتا جس کا ہو کام　　وہ چیز ہی ہے عطا و انعام

نفع رسانی

تم کو جو اگر بتلا سکے دزد و حکم　　اور آنسے آنکھیں ... سے علیم

یا نہ ہو نہ ور حکومت اس قدر　　لوگ ہوں ... بہرہ ور

یا نہیں تو اسطرح کا مالدار
مستمندوں کا جو ہو حاجت برار

یا نہیں تو متقی و پارسا
جس کو سمجھے خلق اپنا رہنما

یا نہیں تو عالم فرخندہ فال
جاہلوں کی جس سے ہو اصلاح حال

پھر نہیں ہے تیری بھی زندگی
موت سے بدتر ہے تیری زندگی

نفع جو لوگوں کو پہنچائے نہیں
ہے وہ بیشک قابل صد آفریں

علم و ذہن

بولا ابن ایاس سے اک شخص
سچ کہوں تم میں اک برائی ہے

جلد دیتے ہو تم جواب سوال
آخر اس میں کونسی بھلائی ہے

کیوں نہیں پہلے غور کر لیتے
کیا قسم تم نے اس کی کھائی ہے

کہا ابن ایاس نے صاحب!
دل میں اک بات پھر آئی ہے

کہیے تو دو زیادہ ہیں یا تین
کچھ اگر ذہن کی رسائی ہے

بولا وہ دو سے تین زائد ہیں
یہ بھی کچھ طبع آزمائی ہے

کہا ابن ایاس نے حضرت
واہ کیا طبع تیز پائی ہے

آپ نے جلد کیوں دیا یہ جواب
آپ میں بھی تو یہ برائی ہے

جلد دیتا ہوں میں جواب اگر
سمجھو یہ ذہن کی رسائی ہے

کی ہے تحصیل علم و فن برسوں
اور پھر طبع تیز پائی ہے

سہل ہوتی ہے علم سے مشکل
علم سے ذہن کی صفائی ہے

کب میں سوچے بغیر کہتا ہوں
غور میں کب کوئی برائی ہے

سہل باتوں میں کیا ہے حاجت غور
سہل میں کیا گرہ کشائی ہے

ہے اسی کا ذہین ذہن رسا
دولت علم جس نے پائی ہے

شغل محبت

اک دن لوہے سے اک بولا
بولا۔ کیوں آپ کو ہے بھولا

لوہے! مجھے دیکھ میں ہوں تیشہ
میرا ہے چھیلنا ہی پیشہ

کیا تو مری ہمسری کرے گا
کیا میری برابری کرے گا

اوروں کی طرح سمجھ نہ مجھ کو
کیا نہ مزا اپنا دکھاؤں تجھ کو

یہ کہہ کے کئے جو اس نے کچھ وار
خود ہو گیا کند۔ گر گئی دھار

لوہے کا بولے سے ٹھاٹا تھا
دوڑا آگیا یہ بھی دندناتا

دندانے چلائے اس نے کچھ دیر
جب جھڑ گئے دانت ہو گیا زیر

چھینا پھر اس کے بعد رندہ
بولا۔ لو صاحب آیا بندہ

یہ بھی اسے کر سکا نہ ہموار
خالی اس کے بھی سب گئے وار

لوہے نے سب کا زور توڑا
یہ دیکھ رہا تھا سب ہتھوڑا

اس پہ بھی سب کو لٹنے دیکر
بل پہ گھمنڈ کے بل کی لیکر

لوہے تک جلد کی رسائی — اک ضرب بھی زور سے لگائی

سر جھٹا سا اڑ گیا اسی کا — لوہے کا ہوا نہ بال بیکا

پھر جو پگھلے حال شعلۂ نانہ — لوہے کے گلے کا ہنگیا ہار

لپٹا کے اُسے گلے لگایا — چمٹا رہا اُس سے جیسے بھایا

پہونچائی تھوڑی تھوڑی گرمی — آنے لگی لوہے میں بھی نرمی

رنگ اپنا اس طرح جمایا — موم آخر لوہے کو بنایا

تاثیر شعلۂ محبت — ایسی ہی تجھ میں بھی ہے طاقت

ہاں کیا کہنا ہے تیرا الفت — دل سے کوئی پوچھے تیری حالت

کیسی ہی بشر پہ آفت آئے — کیسی ہی کڑی مصیبت آئے

مارے کوئی پانوں میں کلہاڑی — بھونکے خنجر کوئی اناڑی

سر پہ کوئی چلائے آرے — ڈھائیں غم کے پہاڑ سارے

انساں کو دیا ہے حق نے جو دل — سب بار اٹھانے کے ہے قابل

جرأت سے مقابلہ کرے گا — ہمت سے مجادلہ کرے گا

الفت ! تیرا اثر ہے جیسا — کب سحر میں بھی اثر ہے ایسا

کب مرد بلا سے ڈر کے بھاگے — ہاں سر کو جھکائے تیرے آگے

تو ہے دُرِّ بے بہا سے بڑھ کر — تیرا سایہ ہما سے بڑھ کر

سب کو ہے عزیز یہ دستہ تو — مخلوق ہے جسم۔ جان ہے تو

الفت کا ذہین پھل ہے اچھا

تسخیر کا یہ عمل ہے اچھا۔

علم و جہل

علم انسان کی شرافت ہے
علم ہے پھول جہل ہے کانٹا
علم ہے نور جہل ہے ظلمت
علم اقبال جہل ہے ادبار
علم تریاق سم جہالت ہے
علم رحمت ہے جہل زحمت ہے
علم انست ہے جہل وحشت ہے
علم ہے بت ہے جہل ہے رائی
علم بیداری ور جہل ہے خواب
علم غیرت ہے بیحیائی جہل
علم گوہر ہے اور جہل صدف
علم ہے آب جہل آتش ہے
علم یاری ہے جہل خونخواری
علم ہے نفع اور جہل ضرر
علم ہے امن اور جہل خطر
علم ہے مہر جہل ذرہ ہے

جہل کو سمجھو شر و آفت ہے
علم ہے سود جہل ہے گھاٹا
علم عزت ہے جہل ہے ذلت
علم صحت ہے جہل ہے آزار
علم شادی ہے غم جہالت ہے
علم راحت ہے جہل آفت ہے
علم الفت ہے جہل نفرت ہے
علم ہے قلعہ جہل ہے کھائی
علم چشمہ ہے اور جہل سراب
علم دولت ہے بینوائی جہل
علم مرجاں ہے اور جہل خزف
منکسر علم جہل سرکش ہے
راستی علم جہل مکاری
علم ہے خیر اور جہل ہے شر
علم جنت ہے اور جہل سقر
علم ہے شیر جہل بز ہے

علم ہے باغ اور جہل ہے راغ — علم بلبل ہے اور جہل ہے زاغ

علم سن اور جہل ہے کالا — علم ہشیار ہے جہل متوالا

علم فصل بہار جہل خزاں — ہے سبکسار علم جہل گراں

علم رہبر ہے جہل رہزن ہے — علم ہے دوست جہل دشمن ہے

علم ہے آسمان جہل زمیں — علم ارفع ہے اور جہل کمیں

علم ہے صلح جاہلی ہے جنگ — علم ہے لعل جاہلی ہے سنگ

علم کو سمجھو تم کہ ہے مہتاب — جہل کو سمجھو کرمک شب تاب

علم ہے بادشاہ جہل گدا — اسپ تازی ہے علم جہل گدھا

علم موسیٰ ہے جہل ہے فرعون — سمجھو اب علم کون جہل ہے کون

علم مشعل ہے جہل تاریکی — سمجھو کیا علم میں ہے باریکی

علم مخدوم جہل ہے خادم — جاہلی سے رہو گے تم نادم

علم اعزاز و نیکنامی ہے — جاہلی خواری و غلامی ہے

علم ہے بدر اور جہل ہلال — ہاں بتدریج کر لو کسب کمال

علم سے اور کیا ہے بہتر چیز — اس سے آتی ہے عقل اور تمیز

علم سیکھو کہ علم ہے گوہر — آدمیت کا ہے یہی جوہر

علم خالق کی خاص نعمت ہے — سب سے بڑھکر اسی میں لذت ہے

علم کی دیکھو شان محبوبی — اس سے دونوں جہاں کی ہے خوبی

علم کا تم اگر کروگے شوق — تم کو معلوم ہوگا اسکا ذوق

علم میں ہوگے تم اگر فانی — آئیگا تم کو لطف روحانی

علم نیچے خدائی اوپر ہے
علم سے ہے ذہین قدر بشر

قول حالی پاک گوہر ہے
کیوں نہ ہو ہم کو قدر علم و ہنر

صورت و سیرت

اک مرد نے ایک زن سے پوچھا — زن اچھی ہے یا ہے مرد اچھا

زن نے کہا تم سے کیا کہوں میں — اچھے برے دونوں صنف میں ہیں

یہ کیا سوال ہے تمہارا — جو خوب ہے بس وہی ہے پیارا

میں کہتی نہیں کہ زن ہے اچھی — لیکن کہتی ہوں بات سچی

آدمؑ کا خیال میں دل نہ بہلا — جب تک حواؑ ہوئیں نہ پیدا

کس شان کے شاہ تھے سلیمانؑ — بلقیس کو پا کے تھے وہ شاداں

زہاد کو لطف اتقا میں — ملتا ہے کہ ملیں گی حوریں

یہ سب نہیں عورتیں تو کیا ہیں — سب حوریں بھلی ہیں یا بلا ہیں

خوشرو عورت تو اک پری ہے — سایہ سے بچو اگر بری ہے

جس گھر میں ہو حسین عورت — عورت وہ ہے حور گھر ہے جنت

بولا یہ سن کے مرد عاقل — ہیں دل سے حسن کا ہوں قائل

کیا کہنا خوبرو کا۔ لیکن — ظاہر کی طرح ہو حسن باطن

بدخو گر مہ جبیں ہے عورت — وہ دیونی ہے نہیں ہے عورت

یوں تو ہیں درندگاں خوش رو — صحرا میں پھرتے ہیں جو ہر سو

لیکن کہاں ان میں حسن باطن — حیوان سے وفا نہیں ہے ممکن

ان میں سے اگر کسی کو پالو　　سر پر ایک آفت و بلا لو

بچہ بھی جب بزرگ ہوگا　　ثابت وہ درندہ گرگ ہوگا

بدخلق اگر ہو خوبصورت　　اس کی نہیں زہر سے کم الفت

مار آخر ہوگا بچۂ مار　　ہوگا اخگر ہی شعلۂ نار

عورت ہو اگر حسین، بدخو　　وہ گل ہے نہیں ہے جس میں خوشبو

خوش رو، خوش خو، اگر ہو عورت　　بے شک اُسے کہئے حور جنت

کوئی عورت اگر بُری ہو　　سایہ سے بچو اگر پری ہو

حسن باطن ہے کیا؟ گہر ہے　　حسن ظاہر صدف مگر ہے

حسن ظاہر ہے گرد اس کا　　حسن باطن ضیا ہے گویا

حسن ظاہر ہے جسم۔ لیکن　　ہے جسم میں جان حسن باطن

ہو جس میں ذہن حسن سیرت　　ہے قابل قدر کے وہ عورت

نیکی

کرتے رہو جہاں میں لیل و نہار نیکی　　کوشش کرو تم اس میں ہمت نہ ہارنے کی

دیکھو دکھاتی ہے پھر کیا کیا بہار نیکی　　کوشش جو اسطرف ہو دلکو ابھارنے کی

گر عقل ہے عزیزو باغ جہاں میں سمجھو　　فصل خزاں بدی ہے فصل بہار نیکی

نیکی کی خوبیوں کو نیکوں سے جا کے پوچھو　　تم بھی بنا کے دیکھو اپنا شعار نیکی

حاجات دین و دنیا البتہ ہیں اسی سے　　بیشک ہے دو جہاں کی حاجت برار نیکی

خواس کی صلح کل ہے لیے درو جام مل ہے　　رکھتی نہیں کسی سے دل میں غبار نیکی

غیروں کے نیک و بد سے مطلب نہ رکھ جہاں میں
لے یار بار لذت کر بار بار نیکی

رہتا ہے دائم اس سے سرسبز باغ ہستی
ہے ہر مزرع عمر ابر بہار نیکی

بدنام ہو کے جینا موت سے بھی بدتر
کرتے رہو ہر اک سے تم بار بار نیکی

بس ہے یہی شرافت بھولو نہ اسکا احساں
تم سے اگر کسی نے کی ایک بار نیکی

کیا ہے بدی نہ پوچھو ہے خار زار وحشت
جی بھر کے سیر دیکھو ہے لالہ زار نیکی

ہاں وہ خزاں بدی ہے جسکی بہار معلوم
جس کو خزاں نہیں ہے وہ ہے بہار نیکی

تو دشمنوں کے آڑے آجا بری گھڑی میں
جائیگا پھر نہ خالی یہ ہے وار نیکی

کیا غم ہو پھر ہم کو دنیا کی آفتوں کا
جب وقت پڑے اپنی ہو غمگسار نیکی

صلح کل

وہ کون ہے کہ جسے لوگ سب کہیں اچھا
زمانہ میں نظر آتا نہیں کوئی ایسا

مگر جو کام ہے نیک اسکو سب سمجھتے ہیں نیک
برا جو کام ہو سب اسکو جانتے ہیں برا

جو بد ہیں وہ بھی نکوکار کے ہیں قدرشناس
کہ نیک کام کی کرتے ہیں لوگ مدح و ثنا

طبائع اور مذاہب کا اختلاف مگر
ہر امر میں سبب صلح کل نہیں ہوتا

یہی سبب ہے کہ مشکل سے اسکی ہے
خوش اس سے سب ہیں یہ جس کے دل کا ہو منشا

خلیق وہ ہے کہ ہو خلق مدح خواں اسکی
صفات ہوں وہی اچھے کہ سب کہیں اچھا

جو خلق اپنا ہوا اچھا تو ہم سے خوش ہوا غیر
کسی کے شیفتہ ہم ہوئے تو ہم پہ وہ شیدا

کسی سے مہر و وفا کی امید اگر رکھئے
تو دل میں ڈھونڈئے اپنے متاع مہر و وفا

ظہور فعل سے نیت کا حال کھلتا ہے
برا ہے کار برا ری نتیجہ خیلت کا

دروغ کو نہیں ہوتا فروغ دنیا میں — کہ راستی کا زمانہ میں مرتبہ ہے بڑا

کرو نہ خود ہی برائی سے اجتناب اگر — نصیحتوں کا اثر دوسروں پہ کیا ہوگا

خلوص دل میں ہو۔ نیت ہو خیر پہ مبنی — غرض پر اپنی مقدم ہو غیر کا منشا

برائیوں سے رہے دور نیکیوں کے قریب — کبھی کرے نہ کسی سے فریب و مکر و دغا

کسی کے ساتھ برائی کرے نہ تا امکان — کرے برائی جو اپنے سے بخشے اس کی خطا

جو ان صفات سے ہو متصف زمانہ میں — ذہین کیوں نہ ہو مداح اک جہاں اس کا

یادِ رفتگاں

کرتے ہیں تعریف حاتم کی کہ تھا فرد سخی — کرتے ہیں مدح و ثنا نوشیرواں کے عدل کی

کہتے ہیں تھے رستم و سہراب زور آور شجاع — کہتے ہیں۔ گزرا ارسطو۔ مرد دانا و ذکی

دیکھتے ہیں تذکرے ہم عادل و دیندار کے — سنتے ہیں ہم داستانیں ظالم و بدکار کی

سب ثنا کرتے ہیں ان کی۔ مر گئے جو نیک مرد — بھیجتے ہیں ان پہ لعنت جتنے گزرے ہیں شقی

سب یہ باتیں جانتے ہیں اس زمانہ کے بھی گو — سب کو ہے معلوم نیکی کیا ہے۔ اور کیا ہے بدی

وائے بدبختی کہ اس پر بھی ہیں جو بدکار خلق — فسق ہی کے نذر کر دیتے ہیں ساری زندگی

خوار دنیا میں ہیں وہ اور عقبیٰ میں ذلیل — حیف عبرت کا سبق لیتے نہیں ہرگز کبھی

کار بد سے باز رہتے ہیں وہی انجام بیں — عقل نے دی جن کو ہیں انجام بد سے آگہی

نیک طینت جو ہیں وہ راغب ہیں نیکی کی طرف — ہے بدوں کا میل خاطر رات دن سوئے بدی

نام بد دنیا میں رہتا ہے بدوں کا حشر تک — یاد کرتے ہیں انہیں نیکی سے جو گزرے متقی

جب تلک ممکن ہو نیکی ہی کئے جاؤ ذہین — قابل صد آفریں ہے اس طرح کی زندگی

قرض

خویش کو بیگانہ۔ یاروں کو کرے اغیار قرض
قرض مقراض محبت، نہ لو زنہار قرض

مثل گل خنداں رہو گے نقد سودا تم کرو
خوار ہوگے قرض لیکر نقد گل ہے خار قرض

ہو اگر نادار تو کیوں وار کے خواہاں ہو تم
کیونکہ ہے نادار کے حق میں سراسر دار قرض

جس کو سب رکھیں عزیز اس کو جھکاتے ہیں یہ
ہو جو یوسف بھی۔ کرے رسوا سر بازار قرض

سامنے ادنےٰ کے اعلیٰ کو جھکاتا ہے یہ دین
سرنگوں خادم سے ہوگا لے اگر سردار قرض

فکر لینے کی جدا اور فکر دینے کی جدا
دو دو فکریں ہوتی ہیں لاحق جو لو اک بار قرض

قرض کی آفت سے تا امکاں تم اپنے کو بچاؤ
قرض سودی لو تو کر دیگا ذلیل و خوار قرض

قرض کی عادت پڑے تو ہوتے جاؤ گے ذلیل
لیتے جاؤ گے تعلق سے مگر ہر بار قرض

جسم کو یہ زحمت و تکلیف دیتا ہے بہت
اور پہونچاتا ہے بے حد روح کو آزار قرض

دیکھتے ہو حال تم مدیون کا خوار و تباہ
عاقل و ہشیار اگر ہو تو نہ لو زنہار قرض

جو ضرورت کی نہ ہو شے قرض کیوں لو پھر اُسے
عقل سے لو کام کیوں کرتے ہو تم بیکار قرض

کرتے ہو آمد سے بڑھکر خرچ۔ نادانی ہے یہ
ہے حماقت یہ نری لیتے ہو جو ہر بار قرض

موت ہی اچھی ہے بے شرمی کا جینا کچھ نہیں
جان دے عزت سے ذلت سے نہ لے نادار قرض

صحبت ناکس سے بچنا چاہتے ہو تم اگر
سہل یہ تدبیر ہے کچھ دو اُسے اک بار قرض

قرض لیتے وقت کرتا ہے خوشامد تو بہت
اور ادا کرتا نہیں زنہار بدکردار قرض

باتیں جھوٹی جو بنائے وعدہ جھوٹا جو کرے
گر دیا اک بار اُسے تو پھر نہ دو زنہار قرض

قرض اگر سودی ملے بے سود ہے لینا فہین
ہے زیاں جس میں کرے وہ کام کیوں دانا ذہین

زمانہ سازی

کسی کو یہ ہے شکایت کہ بخت ہے ناساز
فلک کے حق میں کسی کی زبان شکوہ دراز

وہ لوگ کم ہیں کہ ہو جن کو صبر کی عادت
مصیبتوں میں رہیں کاربستۂ زشت باز

ہیں بلکہ اب تو کچھ اکثر اسی خیال کے لوگ
تمام فعل شنیعہ کو دیں جو حکم جواز

جو اپنی عقل و فراست پہ ناز کرتے ہیں
جدا ہے ان کا رہ راستی سے ہر انداز

نکالا کرتے ہیں جو لوگ مکر و زور سے کام
سمجھنے لگتے ہیں وہ آپ کو زمانہ ساز

کچھ ایسے کاذب و مکار چلتے پرزے ہیں
کہ خیر و شر کو بنا لیتے ہیں نشیب و فراز

سمجھتے ہیں وہ یہ معنی زمانہ سازی کے
کریں کسی کی خوشامد کہیں بنیں غماز

برائیوں پہ عمل کرکے پھر یہ کہتے ہیں
زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز

جو لوگ ایسے ہیں وہ سرخرو نہیں ہوتے
برا ہو ان کا جو کرتے ہیں ایسی پہ ناز

مصیبتوں میں جو رہتے ہیں صابر و شاکر
وہی ہیں لائق تکریم و قابل اعزاز

جو لوگ ایسے ہیں ان کے لیے ہے یہ موزوں
زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز

وہ نیک کام میں کرتے ہیں کوشش و تدبیر
وہی ہیں جانتے ہیں جو مقدرات کا راز

راز ترقی

جو انقلاب سے ہوتا زمانہ عبرت گیر
تو ہر طرف نظر آتی عروج کی تصویر

زوال کا سبب اہل زوال اگر سوچیں
سمجھ میں آئے اسی دم عروج کی تدبیر

جہاں میں مسلک صدق و صفا کا ہو سالک — یہی ہے موجب شان و جلالت انساں
گزارے عمر دو روزہ وہ نیکنامی سے — یہی ہے باعث آرام و راحت انساں
جہاں میں بے ہنری سے ہے ذلت و خواری — کہ ہے کمال سے عز و کرامت انساں
زمانہ میں ہے تواضع پسند سب کو ذہین — زہے نصیب اگر ہو یہ عادت انساں

خیالات

ہے منحصر تری راحت خیال پر انساں — خیال ہی سے تجھے ہے غم و الم ہر آن
خیال مکر و دغا جن کے دل میں ہوتا ہے — جو چاہتے ہیں کہ پہونچائیں غیر کو نقصان
مآل کار وہ خود ہی تباہ ہوتے ہیں — انہیں کا ہوتا ہے نقصان کیسے ہیں نادان
برے خیال سے دیکھو تو اچھی چیزیں بھی — بری ہی تم کو نظر آتی جائیں گی ہر آن
اگر خیال کسی شے کی نسبت اچھا ہو — وہ ہو بری بھی تو مرغوب ہوگی اسکی شان
جہاں میں خوش نہیں رہتے برے خیال کے لوگ — خیال جن کا ہے اچھا وہی ہیں خوش ہر آن
کہیں کسی کو تباہ اور خانماں برباد — خیال جن کا ہو ایسا نہیں ہیں وہ انسان
برے خیال سے ہوتا ہے دل میں پیدا رنج — خیال اس کا جو کرتے نہیں وہ ہیں نادان
تو ہرگز دل میں خیال بدی نہ آنے دے — اسی میں سب کی ہے بہبود سمجھے گر انساں

ایثار

پوچھئے اہل بصیرت سے کہ کیا ایثار ہے — سوچئے ایثار کیا شے یا اولی الابصار ہے
خلق بھی خالق بھی جس سے شاد ہو ایثار ہے — فضل باری صاحب ایثار پر ہر بار ہے

کیجئے ایثار اگر فضل خدا درکار ہے
ہوتی ہے جس شے سے تالیف قلوب ایثار ہے
اپنے مقصد پر مقدم رکھنا مقصد غیر کا
جس سے نکلیں کام غیروں کے وہی ہے محترم
سورۂ حشر آپ اگر پڑھئے تو کھل جائے یہ حال
شاید مقصود ہے افسانۂ جنگ تبوک
ذکر یہ ہے کہ آپ پڑھ کر دیکھئے تاریخ میں
لیکے پانی ڈھونڈھتے نکلے حذیفہ بھائی کو
خاک پر دیکھا انہیں بسمل تھے جب پہنچے قریب
سنکے اس آواز کو بھائی نے بھائی سے کہا
جس طرف سے آتی ہے آواز ادھر لے جائیے
جب حذیفہ اس طرف پہونچے تو دیکھا ہشام
اتنے میں آواز اور اک آئی کہتا تھا کوئی
بولے اس آواز کو سنکر ہشام اے بھائی جان
اس جگہ پہنچے حذیفہ جب تو دیدی انہوں نے جان
پانی دینے بھی نہ پائے یہ۔ کہ وہ سب مر گئے
پیاس ایسی۔ وقت نزع اور ایسا یہ ایثار نفس

جو کرے ایثار درہم۔ مالک دینار ہے
صاحب ایثار کو اب اور کیا درکار ہے
کہتے ہیں ایثار سے۔ یہ معنی ایثار ہے
خود غرض دنیا میں جتنے ہیں ذلیل و خوار ہے
کیا کیا انصار نے کیا بخشش انصار ہے
کیا اصحاب نبی کا بذل اور ایثار ہے
یہی ہمدردی کا جس میں واقعی اظہار ہے
جانتے تھے زخموں کی کثرت سے لیتا زار ہے
پاس سے آواز آئی پیاس ال زار ہے
اب تو اس پانی کا پی لینا مجھے دشوار ہے
مستحق مجھ سے زیادہ تر وہی دیندار ہے
پوچھا پانی چاہئے؟ فرمایا ہاں درکار ہے
پیاس بیحد ہے مگر کوئی نہیں غمخوار ہے
آپ ادھر لیجائیے حالت کسی کی زار ہے
پلٹے واں سے۔ دیکھا جابر لب غیر ہزار ہے
یوں ہر اک نے جان دیدی واہ کیا ایثار ہے
اللہ اللہ کیسی یہ الفت ہے کیسا پیار ہے

ایک دن دو قسم کے کپڑے لئے بازار سے
حیدر کرار نے۔ کیا آپ کا ایثار ہے۔

تھا غلام اک ساتھ اس کو قیمتی کپڑا دیا
ولادو کہیں عطا یہ اسے سرکار ہے
سن کے حضرت نے کہا۔ بوڑھا ہے یہ قیمتی کپڑا
اس سے قیمتی کپڑا مجھے درکار ہے

بلخ کے اک نوجوان نے پوچھا یہ بزید سے
زہد کیا شے آپ کے نزدیک اے دیندار ہے
بولے کچھ موجود ہوتا ہے تو کھا لیتے ہیں ہم
ورنہ صابر رہتے ہیں۔ یہ شیوۂ ابرار ہے
سن کے یہ۔ وہ نوجوان بولا کہ حضرت سگ بھی تو
ایسا ہی کرتے ہیں اور یہ امر وجہ عار ہے
چاہیئے تو یہ۔ نہ پائے تو کرے صبر آدمی
اور جو پائے کچھ کرے ایثار یہ دشوار ہے

قوم کے ہر فرد کو کر دے ہمدردی عطا
اب غریبوں کی یا الٰہی یہ دعا ہر بار ہے

غریبوں کی فریاد

مجھ سے پوچھا کسی تونگر نے
کرتے ہیں کیوں غریب آہ و بکا
کہا بیٹھے کہ چلیے میرے ساتھ
ہیں جواب اس کا راہ میں دو لنگا

برف پڑ رہی تھی جھٹ پٹا تھا وقت
راستہ تھا اور اس گلیوں کا
پہنے تھے گرم کپڑے ہم۔ پھر بھی
ٹھٹھرے جاتے تھے سردی وہ ہوا

ایک بوڑھا ملا ہمیں۔ پہلے
بال بکھرے تھے سر پہ۔ سر ننگا
میں نے پوچھا کہ کیوں تو نکلا ہے
ایسی سردی میں کام کیا ہے ترا

کہا۔ سردی تو ہے بہت لیکن
ہیں فقط بھیک مانگنے کے لئے
آگ گھر میں مرے نہیں پایا
اپنے گھر سے ادھر نکل آیا

پھر ملی ایک نوجوان لڑکی
پوچھا۔ اسوقت کیوں تو نکلی ہے
خستہ حال و برہنہ پا۔ دیکھا
کس قدر سرد چل رہی ہے ہوا

کہا۔ میرا ہے باپ سخت علیل
نکلی ہوں روٹی مانگنے کے لئے
اور بستر پہ گھر میں ہے وہ پڑا
اپنے اور اس کے واسطے آقا

دیکھا پھر بیٹھی ہے کوئی عورت
بچی اک پیٹھ پہ ہے گود میں ایک
ایک پتھر پہ دم لے تاکہ ذرا
یہ نظارہ بڑا غم افزا تھا

پوچھا بیٹی کہ کیوں تو نکلی ہے
پیٹھ پر تھی جو بچی رونے لگی
ایسی سردی میں تیرا کام ہے کیا
ماں نے تھپکا اس کو دھمکایا

کہا ہم سے۔ ہے میرا شوہر دور
جا رہی ہوں میں اک بزرگ کے پاس
وہ ملازم ہے فوج شاہی کا
واپسی کی وہ تاکہ مانگیں دعا

تھا تو انگریز جو سپاہی اسوقت
یہ کہہ کے بیٹی مخاطب اس سے کہا

آپ نے مجھ سے جو کیا تھا سوال
دے رہے ہیں ہم یہ سب جواب اُس کا

ہے غریبوں کی کیا بُری حالت
منعموں کو ہے اس کی کیا پروا
سن ہی لیگا وہ حق کی فریاد
والی اللہ ہے غریبوں کا

اعتماد علی النفس

کیا سمجھ کر تو بھروسا کر رہا ہے اے بشر
ہیچ، قائم بالعرض، بے بود، فانی چیز پر
ہونیوالی ہے جدا جو شے سہارا اُس پہ ہے
گر پڑیگا اُس کے ہٹتے ہی نہیں اسکی خبر
جب نہ پائے کچھ بھی اطمینان اپنے دل میں تو
پھر کہاں صورت تسلی کی تجھے آئے نظر
دوسروں کے ساتھ رہ کر ہمت آئے کسطرح
جب تجھے ہو کنج تنہائی میں تنہائی کا ڈر
کوئی پھر تجھ کو تباہی سے بچا سکتا نہیں
تیرے دل ہی میں نہ ہوگی خوشی کا جب اثر

ہائے وہ انسان جسنے دل ہی کچھ پایا نہیں
جس نے ہمت کو نہ سمجھا مدعا کا راہبر
پا سکیگا وہ نہ ہرگز راحت و امن و اماں
اس کی یہ خواہش نہ پوری ہوگی ہرگز عمر بھر

کوئی ڈھونڈے اپنی راحت و اطمینان دل
ضائع و برباد ہونیوالی چیزوں میں اگر
سمجھو اسنے کی بڑی غلطی کہ راحت تھی کدھر
عارضی کچھ عیش کا ساماں بھی پیش نظر
پھر بھی راحت سے راحت اُسنے حاصل کی نہیں
اور آسائش کو آسائش سمجھا وہ بشر

اعتماد اپنا ہی کرنے دو ہر اک انسان کو
اس کو جینے دو نہ ہرگز خارجی امید پر

دوسروں پر اس کو کرنے دو نہ ہرگز اعتماد
ہاں دلاؤ کچھ نہ امید اسکو بیکس جان کر

کرنے دو ہرگز نہ غیروں سے کچھ اس کو التجا
اس کو کرنے دو بھروسا صرف اپنی ذات پر

اسکو پا لینے دو اپنے قلب میں امن و اماں
ڈھونڈ لینے دو اسے دل ہی میں ربانی اثر

دوسروں کے رحم کو اپنا بنا سکے جو ملاذ
جو بھروسا کر کے بیٹھے خارجی اسباب پر

یہ خیال خام ہے اسکا نہیں انجام نیک
وہ رہیگا مبتلا ناکامیوں میں عمر بھر

وہ ہمیشہ غیر کا ڈھونڈا کریگا آسرا
اور پھر مقصد سے اپنے وہ نہ ہوگا بہرہ ور

اپنی راحت کی جو غیروں سے نہ رکھیگا امید
فانی اشیاء کی طرف مائل نہ ہوگا وہ بشر

وہ کریگا اپنے دل میں اپنی راحت کی تلاش
وہ کریگا زندگی اپنی مسرت سے بسر

زندگی بھر وہ رہیگا مستقل و مطمئن
اور پائیگا وہ اپنی استقامت کا ثمر

وہ تباہی کا نہ یکدم ہونے پائیگا شکار
یاس کا اس پر نہ چھائیگا کبھی خوف و خطر

کیونکہ اس کو ہو چکا ہے چشمۂ راحت کا علم
اور وہ کیا ہے۔ دل اسکا آئینہ سے صاف تر

اپنے مقصد کا ہے سارا حال اس پر آئینہ
شاہد مقصود اس کو دل میں آتا ہے نظر

جو سمجھتا ہے کہ ہے سعیٔ بزرگاں ہی مفید
ان کے نیک اعمال کا پاونگا میں اچھا ثمر

یہ سمجھ لو استقامت اس میں روحانی نہیں
گو ملا ہے روح کا سا اس کو بھی اعلیٰ گہر

ہے خیالات پریشاں میں اسیر اسکا دماغ
اور ہے قعر توہم اس کے دل کا مستقر

وہ بہا جاتا ہے بحر وہم میں لیکن کبھی
ساحل مقصود آتا ہی نہیں اس کو نظر

اس کی روحانی تباہی یہ ہے بے امنی کیساتھ
جی نہیں سکتا فراغت سے کبھی ایسا بشر

چاہیے انساں کو ضرورت ہو کہ وہ یہ سوچ لے | کیا کرے وہ نام تا کوشش سے [illegible]
اپنا انسانی شرف وہ رکھ سکے قائم مدام | دوسروں کی زندگی سے بچے [illegible]

چاہیے انساں کو اپنے دل میں سب کچھ ڈھونڈ لے | سب کچھ اس میں ہے اگر وہ ہے اسی سے باخبر
باہر اس کے ہے تباہی و تغیر آشکار | اندر اس کے ہے یقین و پائداری مستتر
اندر اطمینان ہے، باہر ہے رنج و اضطراب | روح کا سا جسم میں اس کے ہے اک روشن گہر
لائی ہے یہ روح اپنے ساتھ انسانی کمال | غیر انساں میں نہیں ہے یہ کمال ایسا نظر
یہ مسلّم ہے جہاں جس چیز کی جتنی ہو مانگ | اتنی ہوتی ہے وہ [illegible] بے خبر
ہے جہان جسم میں تیرے مسرت دائمی | تو پہنچ تو جا وہاں تک ذات پر قبضہ تو کر
ملک ہستی پر اگر اک بار قبضہ ہو گیا | پھر تو ہے تو شاہ۔ ورنہ ہے غلام بے ہنر
تو فرائض اپنے دے انجام کیا غیروں کا کام | لوگ کرتے ہیں اگر غلطی تو فکر اس کی نہ کر
خلق کا ہے نفع تیری ہے حقیقی بہتری | عقل ہے تو کر حکومت جسم و جاں کے ملک پر
نفع تجھ کو اور غیروں کو بھی پہنچیگا مدام | عاقلانہ ہیں اگر کردار تیرے اے بشر
قدر کر تجھ کو ملا ہے کس قدر بہتر ضمیر | اس سے لے تو کام اس کی عقل سے تقلید کر
شکر کر تجھ کو ملا ہے کسقدر عمدہ دماغ | پاک رکھ اس کو خیالات پریشاں سے نہ بھر
فیصلہ کی تجھ کو قوت دی گئی ہے بہترین | تو بڑا ہے کو یہ تیرے کام آئیگا ہنر
کام لے اس سے ہے تجھ میں ایک حد تک اختیار | اور ارادہ بھی [illegible] سکو تو مضبوط پکڑ
جس قدر ممکن ہو تجھ سے کر لے تو حاصل کمال | [illegible] عزت کیا ہے پا کر بہتر علم و ہنر
ہے جو تیری روح میں اک روشنی اس کو [illegible] | روشنی دائم ہے یہ اس کی ہر دم فکر کر

چھوڑ دنیا کے بکھیڑے سے تو ہو جا الگ
ایک انساں کی طرح سچ اور کر انساں کا کام
کر کمال باطنی حاصل کہ ہے انسان تو
برکتوں کی روشنی رکھتی ہے راہ مستقیم
تو خدا سے مانگ توفیق اور سیدھی راہ چل
تو ہے اپنی ذات کا خود آپ ہی اچھا کفیل
تو نہ رکھے گا جو اپنی ذات پر کچھ اعتماد
تجھ میں صدق و راستی و خیر و اتقاں جب نہ ہو
کر تو اپنا ہی بھروسا ہے اسی میں تیری خیر

کیا حقیقت ہے تری اس کو سمجھ لے اے بشر
رہ تو انساں کی طرح دنیا میں ہو کر نامور
اور نیکی کو بنا ہر وقت اپنا راہبر
چل تو اس پر سامنے تیرے ہے منزل اے قمر
کہتے ہیں وہ خلق خدا ناداں کہے تجھ کو اگر
اس لیے اپنی حقیقت پر بھروسا آپ کر
آپ میں تجھ کو نہ آئیگی اگر خوبی نظر
پھر کہاں تسکین خاطر کا نشاں اور تو کدھر
خوبیاں سب ذات میں تیری ہی ہیں بے خبر

جس کو اپنی ذات پر پورا بھروسا ہو مدام
اس کو لوگوں کی مذمت و تحسین ایک ہے
وہ خوشامد کسی کی بھی نہیں کرتا پسند

وہ نہیں باطل پہ چلتا راہ حق کو چھوڑ کر
اس پہ ان دونوں کا مطلق کچھ نہیں ہوتا اثر
راہ حق پر وہ چلا جاتا ہے سیدھی جا نکر

تو ہے انساں لیا کرتا ہے پھر انساں سے
نور باطن سے سنبھالے آپ کو انسان خود
کیونکہ دنیا میں بڑا محتاج ہے نخوت پسند
یہ غرور انساں کو کرتا ہے برباد و تباہ
جو بشر مغرور ہو وہ ہے ملامت کا ہدف

کیسی ہمت ہے کیسی عقل ہے اے خیرہ سر
دے نہ اپنے دل میں نخوت کو جگہ ہرگز بشر
کوئی محتاج اس سے بڑھ کر تو نہیں آتا نظر
عقل ہے تجھ کو تو نخوت سے ہمیشہ کر حذر
وہ حقیقت سے رہا کرتا ہے اکثر دور تر

دوسروں کی رائے سے ہوتا ہے وہ غمگین و شاد
ہاتھ میں غیروں کے ہے اس کی خوشی المختصر

ہو نہیں سکتا وہ ابھی فیصلہ اس کا صحیح
وہ خوشامد پہ چلا کرتا ہے حق کو چھوڑ کر

تول میزان خرد میں حوصلہ کو اپنے تو
ہاتھ میں تیرے ہے غرور تیری خوشی آئینہ خبر

تجھ کو غیروں کا سہارا کچھ نہ دیگا فائدہ
استقامت سے تو اپنے عزم کی تکمیل کر

ہاں تو معلومات کو اپنی ترقی دے مدام
سیکھنے میں علم کے ہر وقت پابندہ رہ کر

علم کی حد ہی نہیں تو علم کو اپنے بڑھا
علم کے تحصیل کرنے میں تو کوتاہی نہ کر

چھوڑ دے افراط و تفریط اعتدال اچھی ہے چیز
انکسار اچھا ہے اس میں فخر نہیں ہے اے بشر

دیکھ اہل اللہ و عارف کی جہاں کرتا ہے قدر
ہے اگر عقل ان کے نیک اعمال کی تقلید کر

جانتا ہے تو کہ عارف ہیں معزز کس لئے
منکسر ہونے پہ کیوں عزت ہے ان کی بیشتر

ہے یہی عزت کا ہمیشہ ان کو رہتا ہے خیال
ان کو ہوتا ہے بھروسا اک خدا کی ذات پر

یہ سمجھتے ہیں خدا ہے ساتھ تو پروا ہے کیا
اس صداقت سے ہے ان کی قدر و عزت سر بسر

اپنی خوبی چاہتا ہے تو اگر دارین میں
سیکھنا ہی چاہا تو اہل علم سے علم و ہنر

فائدہ حاصل کر اللہ والوں سے تو ہوگا کامیاب
تجھ کو ممکن ہو جو ان کے فیض صحبت کا اثر

چھوڑ دنیا تو نہ ہرگز طرز خودداری کبھی
استقامت گر نہ ہو تجھ میں تو پہونچیگا ضرر

کام چلتا ہے ترا راہ صداقت پر عزیز
راستہ تجھ کو بتا دیتا ہے تیرا راہبر

اپنی کوشش اپنی ہمت سے تجھے لینا ہے کام
خود اٹھانی ہے تجھے محنت سے محنت سخت تر

جب یہ سب کچھ ہو تو مقصد تک پہنچ جائیگا تو
الغرض اپنی ہی محنت کا تو پائیگا ثمر

ہاں نہ نقالی نمائش کا کبھی گرویدہ ہو
کر محبت سب سے لیکن ہو محبت بے غرض
سب سے ہمدردی سے پیش آ۔ آدمیت ہے یہی
آسرا لیکن نہ اپنے واسطے غیروں کا ڈھونڈ
تجھ کو تیرا دل جو اطمینان دے کافی ہے یہ
باطنی تجھ میں صدا ہے تو پھر کس کا ہے خوف
دوسروں کو دیکے دھوکا اپنی تحسین کے لئے
دیکھ جھوٹے لفظ ثابت ہونگے بے معنی ضرور
کیوں عبث کھوتا ہے دھوکا دیکے اپنا اعتبار
آج دھوکا تو جو دیگا ہوگا ظاہر کل ضرور
سُن یہ مکاروں کے رہنے کی جگہ ہرگز نہیں
کام لے خود اعتمادی سے تو اور آزادہ رہ
بد بلا ہے کبر خودداری مگر اچھی ہے چیز
پاس کر عزت کا انسانی شرف کا رکھ لحاظ
زندگی اپنی بسر کر اپنے اطمینان سے
برکتیں ہیں تیرے جسم و جاں میں بے حد و شمار
کام لے ہمت سے انساں دیکھ پھر ہوتا ہے کیا

بچ خوشامد سے ہمیشہ ہے یہ راہ پُر خطر
رکھ نہ امید عوض۔ ہمت سے ہو بہرہ ور تر
جس قدر ممکن ہو تجھ سے سب کی تو امداد کر
جی نہ دم بھر کے لئے غیروں کی تو امید پر
راستی سے کام کر پروا ملامت کی نہ کر
کیا اندیشہ صداقت ہو اگر پیش نظر
خود بھی دھوکا کھائیگا اس کی نہیں تجھ کو خبر
رائگاں رہ جھوٹے لفظوں سے کسی کو خوش نہ کر
جھوٹے لفظوں میں نہیں ہوتا صداقت کا اثر
ہوگی ذلت تیری۔ اس پر تو ذرا تو غور کر
کام کر لیکن صداقت ہو ہمیشہ پیش نظر
آپ کو افتادگی کی قید سے آزاد کر
کبر میں ذلت ہے خودداری میں عزت بیشتر
پھر با اطمینان دل چل راہِ استقلال پر
ساتھ ہمت ہو تو کیا ہے پاس حرماں کا خطر
بہرہ اندوز اس سے ہو اس کی ہمیشہ قدر کر
کام کر کے کر بھروسا تو خدا کی ذات پر

سکھ لی تا انظرالی ناتاں کا تو اسے قدر ہیں
جیمس ایلن کے یہ ہیں اقوال زریں قدر کر

مردم شناسی

قناعت سے جہاں میں ہے عزیز و عزت انساں
ہوسمندی ہے وجہ انفعال و ذلت انساں

نکوکاری سے نیک اشخاص ہیں تحسین کے قابل
وگرنہ ہیں سزاوار ملامت حضرت انساں

مٹا سکتا نہیں تقدیر کے لکھے کو کوشش سے
ملی ہے اس کو قدرت بھی تو ہے یہ قدر انساں

نہیں رہتا وقار اصلا مزاح و ہزل گوئی میں
کہ حلم و بردباری سے ہے شان و شوکت انساں

سنا تو یہ سنا دنیا میں دیکھا تو یہی دیکھا
سبب ادبار کا ہوتا ہے کبر و نخوت انساں

جو استقلال ہو تو کام اکثر بنتے جاتے ہیں
کبھی ہونے نہ پائے پست عزم و ہمت انساں

رفاہ خلق کے ہیں کام مدح و وصف کے قابل
ملال انگیز ہے انجام عیش و عشرت انساں

وہی ہے آدمی انساں جو عالم بھی ہو عامل بھی
فضیلت ہے عمل سے علم سے ہے زینت انساں

کرے کسب کمال انساں تو عزت اس کی ہوتی ہے
فقط انسان ہونے سے نہیں ہے عزت انساں

بدی کرنی کسی کے ساتھ آفت مول لینا ہے
کرے ہر اک سے نیکی ہے اسی میں عافیت انساں

چھپا رہتا نہیں دل میں بشر کے خبث باطن کا
ظہور فعل سے ہوتی ہے ظاہر نیت انساں

نہیں ہے جن میں ہمدردی وہ ایسے انساں کیسے ہیں
مصیبت میں کیا کرتا ہے انساں خدمت انساں

فروتن اچھی نہیں رغبت برے افعال کی جانب
بری پڑ جائے تو چھٹتی نہیں پھر عادت انساں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سنتے تھے لامکاں ہے یارب مکان تیرا
ڈھونڈا جو اپنے دل میں پایا نشان تیرا

ہو گبر یا ہو ترسا ہو شیخ یا برہمن
سب کا ملاذ و مامن ہے آستان تیرا

دیر و حرم کو سمجھوں کیوں کر جدا جدا میں
یہ بھی مکان تیرا وہ بھی مکان تیرا

ہم سن کے نحن اقرب جویا ہیں تیرے یارب
پایا نشاں تجھی سے او بے نشان تیرا

ہو قہر جس پہ تیرا اسکا کہاں ٹھکانا
ساری زمین تیری سارا جہان تیرا

ہم سے خطا و عصیاں تجھ سے عطا و احساں
کیا کرم ہے ہم پر اے مہربان تیرا

تو صانع جہاں ہے قدرت تری عیاں ہے
ہر صنعت اک نشاں ہے او بے نشان تیرا

یہ چاہتا ہے یارب تجھ سے ذہین عاصی
ہو سر میں تیرا سودا ہو دل میں دھیان تیرا

ہم نے نحن اقرب سے پایا نشاں تیرا
دل کے ہوتے کیوں ہوتا لامکاں مکاں تیرا

جان و دل فدا تجھ پر سے گر کیا تو کیا
جاں بھی بالیقیں تیری دل بھی بیگماں تیرا

بلبلان بیدل کی ہے سبب نہیں فریاد
بوئے بوستاں تیری رنگ گلستاں تیرا

خالق سما و ارض کون ہے؟ تو ہی تو ہے
کس کی ہے زمیں تیری کس کا آسماں تیرا

دیر میں ترا چرچا کعبہ میں بھی تیری دھوم
ایک تو ہے اور جلوہ ہے کہاں کہاں تیرا

مثل مہر تاباں ہے تو اگرچہ پنہاں ہے
ذرہ ذرہ دیتا ہے بے نشاں نشاں تیرا

تیری ہی یہ حکمت ہے ورنہ کس کی قدرت ہے
مشت استخواں انساں ورد خواں تیرا

ہے ذہین اے داور تیرا بندۂ کمتر
جان فدا ہے تجھ پر دل سے مدح خواں تیرا

نہ ہو ہمت تو مشکل کام آساں ہو نہیں سکتا
نہ ہو دن اور نکلے مہر تاباں ہو نہیں سکتا

کسی دل میں محبت ہو نہ پنہاں ہو نہیں سکتا
کر خالی شیر شرزہ سے نیستاں ہو نہیں سکتا

نہ ہو جس میں کچھ انسانیت انساں ہو نہیں سکتا
نہ ہوں گل جس میں وہ خطہ گلستاں ہو نہیں سکتا

درشتی جس کی خو ہو اس سے کیا امید نرمی کی
ہوا باہم جمع آب و نار سوزاں ہو نہیں سکتا

ہوا کامل تو کیا یہ چاندنی سب چار دن کی ہے
بدی تو نقص ہے آ ماہ تاباں ہو نہیں سکتا

بدی کے دام سے جو بچ کے نکلے ہے وہی دانا
اگر نیکی کا کچھ کو علم ناداں ہو نہیں سکتا

نہیں یہ وہ شرارہ جو رہے پتھر میں پوشیدہ
محبت راز ایسا ہے کہ پنہاں ہو نہیں سکتا

لباس عاریت سے ہو نہیں سکتا شرف حاصل
پہن لے دیو اگر خاتم سلیماں ہو نہیں سکتا

ہو دل سوز محبت ہو نہ دل میں کب یہ ممکن ہے
ہو پروانہ نہ ہو شمع شبستاں ہو نہیں سکتا

تکلف ہے وہی تو ظرف سے جو اس میں ہوتا ہے
سند ملنے سے شرافت ہو نمایاں ہو نہیں سکتا

نہ ہو مایوس ہمت میں خدا کے فضل و رحمت سے
نہیں ہے درد کوئی جس کا درماں ہو نہیں سکتا

ہزاروں ہی میں اک آدمی فرزانہ ہوتے ہیں
ہر اک انسان ہو لقمان دوراں ہو نہیں سکتا

جو وحشت ہو تو وہ منزل گلستاں ہو نہیں سکتی
جو فرحت ہو تو وہ منظر بیاباں ہو نہیں سکتا

یہ کہہ سکتا نہیں یوسف کی عفت جو وقف ہے
کہ ہرگز چاک داماں پاک داماں ہو نہیں سکتا

مصیبت گر نہ ہوتی عافیت کی قدر کیا ہوتی
کبھی ویرانہ ہم رنگ گلستاں ہو نہیں سکتا

خود سر آسیائے چرخ وارون ہے سرگرداں
ہو دانا اور نہ پیسے چرخ گرداں ہو نہیں سکتا

دل روشن یہ چھپا سکتا نہیں یا دل کدورت کا
اڑا او خاک تو خورشید پنہاں ہو نہیں سکتا

جو ہو جاہل تو اس کی زندگی سے موت بدتر ہے
مفید اس کے لئے ہو آب حیواں ہو نہیں سکتا

نہ ہو جس میں شرافت شر د آفت کا وہ مقصد ہے
بشر بے شرم ہو تو فضل یزداں ہو نہیں سکتا

زمانہ اے ذہیںؔ کب ناقصوں کی قدر کرتا ہے
نہ ہو علم و عمل کامل ہو انساں ہو نہیں سکتا

حیران و یاس کھٹکے اگر خار کی طرح
دل کسطرح شگفتہ ہو گلزار کی طرح

سرکش نہ ہو کہ شیوۂ آتش ہے سرکشی
ہو سرنگوں نہال ثمر دار کی طرح

ہے تندرستی اے متوکل تو کام کر
خلوت گزیں ہے کس لئے بیمار کی طرح

تیری سرشت خاک ہے بن جا تو خاکسار
جھک جا اگر اصیل ہے تلوار کی طرح

بن جا فرشتہ خیر ہمیشہ کر اے بشر
شیطان بن کے شر نہ کر اشرار کی طرح

ہو جا نہ مست بادۂ پندار ہوشیار
اس نشہ سے نہ خوار ہو میخوار کی طرح

ہوتا ہے نیکنام عدالت سے آدمی
بدتر نہیں ہے کوئی ستمگار کی طرح

قایم رہیگا دائرہ اعتدال میں
ثابت رہے جو نقطۂ پرکار کی طرح

کر یاد حق کہ دل کو تسلی نصیب ہو
آشفتہ حال کیوں ہے گنہگار کی طرح

دن رات میں ہے فرق زمین آسمان کا
غافل کا فعل ہوگا نہ ہشیار کی طرح

ہو ایک دل میں مہر و عداوت محال ہے
ممکن نہیں کہ یار ہو اغیار کی طرح

تمکین سے اسی کی بسر ہوگی زندگی
ثابت قدم ہو جو کوئی کہسار کی طرح

گل کیطرح سے ہنستے ہوئے زر لٹائیے
رو کر نہ دیکھیے ابر گہربار کی طرح

جو چاہو مول لو ہے یہاں جنس خیر و شر
آراستہ جہان ہے بازار کی طرح

جب تک رہے نیام دہن میں ملیگا امن
ہے یہ زبان خنجر خونخوار کی طرح

سختی کو چھوڑ دو اور کرو نرمی اختیار
زحمت نہیں ہے سہل ہو دشوار کی طرح

خنداں ہمیشہ خلق سے رہ مثل گل ذہیںؔ
آنکھوں میں خلق کی نہ کھٹک خار کی طرح

کر ظلم نہ اے انسان دیکھ اس میں برائی ہے
کچھ سوچ ارے ناداں کیا جی میں سمائی ہے

ہر حال میں حق کہنا اچھی برضا رہنا
آفت جو پڑے سہنا ان سب میں بھلائی ہے

دنیا یہ ہے غول راہ کیوں ہے تجھے اسکی چاہ
ہے سامنے تیرے چاہ آگے ترے کھائی ہے

جس میں نہ ہو کچھ کینہ وہ قلب ہے آئینہ
اخلاق کا گنجینہ سینہ کی صفائی ہے

بن ہوگا گلستاں گل اڑ جائیگا رنگ گل
دو دن کے لئے بلبل کیوں نغمہ سرائی ہے

تو عیش کا ہے پابند ہے عیش جہاں تا چند
املاک و زن و فرزند ان سب سے جدائی ہے

لالچ نے لیا ہے موہ اب خیر کی ہو کیوں ٹوہ
کیوں غم کا نہ ہو انبوہ شامت تری آئی ہے

شر میں ہے بڑی آفت ہے خیر ہی میں راحت
ہو سب سے فزوں الفت یہ دل کی صفائی ہے

کام لیتا ہے جو ہمت سے وہ ناکام نہیں
جان دیتا ہے جو نیکی پہ وہ بدنام نہیں

جس کی خو میں نہیں سختی نہیں تکلیف اسے
جس کے دل میں نہیں نرمی اسے آرام نہیں

نیک کا نام نہ ہو نیک یہ کب ممکن ہے
بد کہے گا نہ اسے کوئی جو بدنام نہیں

حیف ہے وہ ہو بشر جس کی طبیعت موذی ہو
خیر فطرت میں ہے جس کی وہ دد و دام نہیں

رنج ذلت نہیں جس کو نہیں اس کی عزت
قدر زحمت نہیں جس کو اسے آرام نہیں

تلخ ہے غصہ مگر شوق سے پی جاتے ہیں
غیظ میں اپنی زبان تشنۂ دشنام نہیں

مئے مقصود کی بھٹی پہ جو پیتا ہے شراب
بس ہے چلو ہی نہ کر فکر اگر جام نہیں

میان ہی میں ہے یہ خنجر خونخوار مدام
نہیں قابو میں زبان اپنی تو آرام نہیں

ہے زمانہ میں ہر اک اوج کو پستی لازم
کونسی ہے وہ سحر جس کے لئے شام نہیں

حرص کے دم میں نہ آ اے دل دانا ہرگز
یہ سمجھ لے کہ جہاں دانہ نہیں دام نہیں

نامور ہوتے ہیں جو کام کیا کرتے ہیں
کام کرتے نہیں جن کو ہوس نام نہیں

نفس امارہ اک آفت ہے نہیں یاں ہے کم
یہ اگر رام نہیں ہے تو پھر آرام نہیں

نیست سب ہو چکے ہستی کی بڑی شہرت تھی
اب نریمان نہیں سہراب نہیں سام نہیں

عشرت دہر کہانی ہے کہ سنتے رہئے
رہ گیا ذکر ہی جمشید نہیں جام نہیں

کیا یہ دنیا کے مزے تلخ نہ ہو جائیں گے
کیا کسی صبح مسرت کے لئے شام نہیں

گیہوں کھانے کی توقع ہے تمہیں جو بو کر
اور پھر کیا ہے اگر یہ ہوس خام نہیں

یہ سمجھ کیسی ہے اوروں کو تو ملزم ٹھہرائیں
سمجھیں اپنی ہی خطا مورد الزام نہیں

ہمت و عقل سے ہو جاتی ہے مشکل آسان
جانیے سہل کہ دشوار کوئی کام نہیں

وقت پیری نہ کر اعمال میں تاخیر فہیمؔ
زندگی صبح اگر ہے تو سمجھ شام نہیں

ہم جفائے دہر سے جا کر کہاں رہے
ہیں آئینہ جہان کی ان ان جہاں رہے

شمشیر ہو نیام میں جب تک اماں رہے
قابو میں چاہیے کہ ہمیشہ زباں رہے

دو رنگئ جہاں میں ہے ایک سا نہ حال
غمگین کبھی رہے تو کبھی شادماں رہے

ہے یہ مثل کہ جان اگر ہے تو ہے جہان
کیوں غم جہان کا باعث آزار جاں رہے

افسوس ہے کہ جا کے نہ آئے کبھی شباب
کچھ دن بہار باغ میں کچھ دن خزاں رہے

کھولی زباں تو خون ہی پیتا چلا گیا
اچھے رہے جو بزم میں پوشیدہ ہاں رہے

اسکندر اب نہ جم ہے نہ آئینہ ہے نہ جام
نامی رہے جہاں میں ان کے نشاں رہے

زخم سناں سے زخم لساں کا بڑھا ہوا
قابو میں وقت غیظ بشر کی زباں رہے

ہیکس نواز تیرے سوا اور کون ہے
اللہ بس ہے تو ہی اگر مہرباں رہے

سنتے ہیں داستاں کی طرح ذکر رفتگاں
دنیا میں ایسے لوگ ذہینؔ اب کہاں رہے

بھروسا دم کا اے انسان کیا ہے
کہ تو پانی کا گویا بلبلا ہے

ہوس سے کیوں پریشاں ہو رہا ہے
ہو دلجمعی تو جینے کا مزا ہے

خدائی کارخانہ سب ترا ہے
تو اپنی شان دکھلاتا کیا ہے

الٰہی کس طرح دل مطمئن ہو
طبیعت مائل جرم و خطا ہے

مروت ہی نہ ہو تو آنکھ وہ کیا
محبت ہی نہ ہو تو دل وہ کیا ہے

کرو گے کل کو کیا کل آج ہی ہے
نہ رکھو کل پہ جو کام آج کا ہے

تڑپ جاتے ہیں سنگیں دل بھی سن کر
شکستہ دل کی بھی کیسی صدا ہے

اگر اللہ دے توفیق نیکی
دل بیتاب اپنا رہنما ہے

تری سب مشکلیں آساں ہو نگی
جو پہلو میں دل صبر آزما ہے

ہوائے نفس سے اللہ بچائے
اسے برباد اسی نے کر دیا ہے

ارے غافل یہ کھیتی آخرت کی
بری دنیا نہیں تو خود برا ہے

نہیں ہے زندگی کا کچھ بھروسا
بشر کیوں غافل اتنا ہو رہا ہے

خوشی سے کاٹ دے عمر دو روزہ
غم دنیا میں تو کیوں مبتلا ہے

گیا جو وقت آ سکتا نہیں پھر
عبث کیوں عمر ضائع کر رہا ہے

ذہینؔ خاطی و عاصی کو یا رب
ترے رحم و کرم کا آسرا ہے

کوتاہ ہیں عبث یہ تری حرص آز ہے
کیا رشتۂ حیات کسی کا دراز ہے

بینا نہ ہو جو دل تو حقیقت مجاز ہے
ورنہ مجاز میں بھی حقیقت کا راز ہے

اس گلشن جہاں کی دو رنگی کو دیکھکر
حیرت سے آنکھ نرگس شہلا کی باز ہے

ہوتی ہے وہ خمیدہ جو تلوار ہو اصیل
سر کو وہی جھکاتا ہے جو سرفراز ہے

تو دیر کر رہا ہے عبادت کے واسطے
اے بے خبر یہ عمر رواں جلد باز ہے

ہر قلب میں ہے سر حقیقت چھپا ہوا
ہر غنچہ باغ دہر کا سر بستہ راز ہے

دنیا کے غم سے موت ہی دیگی ہمیں نجات
تا زندگی ہی شمع کو سوز و گداز ہے

الفت جو ہو گی تو کہاں مرتبہ کی قید
محمود ہے نہ شاہ نہ بندہ ایاز ہے

وقت آئے جب تو پھر نہیں مشکل تراشکار
کنجشک تو ہے اور اجل شاہ باز ہے

طاعت بشر کرے تو اُسی کی ہے اسمیں خیر
سب ہیں نیازمند خدا بے نیاز ہے

کچھ کام کرکے صبر و توکل کر اختیار
تو کارکن ہے اور خدا کارساز ہے

کر بندگی خدا کی تو اے بندۂ خدا
وہ عاجزی پسند ہے عاجز نواز ہے

بندہ ترا ہے عاصی و خاطی ہے یہ ذہینؔ
اللہ تو غفور ہے بندہ نواز ہے

غافل ہو کیوں عزیزو ہشیار ہو خدا را
لہو و لعب میں اپنا کھوو نہ وقت سارا

خود کامیوں کے بندے کیوں ایسے بنگئے ہو
خود غرضیوں کے دھندے چھوڑو کہیں خدا را

شرم و حیا نہیں ہے آنکھیں ہیں پانی ڈھیلے
مہر و وفا نہیں ہے دل ہے کہ سنگ خارا

حال سکندر اب تو آئینہ ہے عزیزو
دارائی اب کہاں ہے زیر زمیں ہے دارا

دو گز زمیں ہی میں سونا ہے تا قیامت
ایوان و بوستاں کا دلکش ہے گو نظارا

قہر و غضب کرو تو اپنا بھی غیر ہوگا
بیگانہ ہوگا اپنا گر تم کرو مدارا

دشمن کہاں بغل میں یہ مار آستیں تھا
اخفا کی سعی اب کیوں کرتا ہے ہو کے ہشیار
آسودگی میں جو تھے یار دانیس ہمدم
عادت کی شان دیکھو ظاہر ہے حال شیطاں

اچھا کیا کہ نفس سرکش کو تم نے مارا
مستی میں کہہ دیا ہے تو نے تو بھید سارا
افسوس وقت بد میں کرنے لگے کنارا
سب کہہ گئے ہیں دشمن ہے عجز سب کو پیارا

اک روز عیش شیریں ہوگا فہیم حاصل
تلخی کو رنج و غم کی کر لیجئے گوارا

یہ کیسی عقل کہ نفع و ضرر نہیں معلوم
نہیں ہے علم کہ ہیں عقل عاقبت اندیش
نہیں توقع راحت اٹھا رہے ہیں زیاں
محال ہے کہ ہو جاہل کو قدر علم و ہنر
خبر ہے تجھ کو کہ راحت کے بعد ہے تکلیف
تم اپنا آپ جلاتے ہو دھر نہیں احساس
ہے شب کو بستر گل پر کہ گل پہ شبنم تو

بشر ہوا اور تمہیں خیر و شر نہیں معلوم
ہیں آج شاد کہ کل کی خبر نہیں معلوم
وطن میں شاد ہیں سود سفر نہیں معلوم
کہ اس کو قیمت لعل و گہر نہیں معلوم
مگر دو رنگی شام و سحر نہیں معلوم
تمہارے دل میں شرر ہے کہ شر نہیں معلوم
طلوع شمس ہے وقت سحر نہیں معلوم

فہیم علم سے ہوتی ہے نیک و بد کی تمیز
کریں گے خیر وہ کیا جن کو شر نہیں معلوم

وقت غضب کلام میں لطف بیاں نہیں
قانع تجھے اگر ہوس این و آں نہیں
دیکھو جہاں عروج تو سمجھو وہیں زوال
نرمی اگر زباں میں نہیں تو نہیں ہے سود

یوں چپ ہوں کہ منہ میں گویا زباں نہیں
ہے سود کی امید کہ بیم زیاں نہیں
وہ کونسی بہار ہے جس کو خزاں نہیں
سختی اگر زباں میں نہیں تو زیاں نہیں

ہے عاجزی پنہ ہماری فردتنی
جھک جائے آگے تیر کے یہ وہ کمان نہیں

ٹوٹے نہ بار غم سے کہیں رشتۂ حیات
سمجھو اگر یہ جان نہیں تو جہان نہیں

اس کی خوشی نہیں کہ نہیں خوف جنگ کا
اس کا نہیں ہے رنج کہ گنج گران نہیں

دشمن ہو مہرباں بھی تو سمجھو نہ اسکو دوست
ناخوش اگر ہو دوست تو نامہرباں نہیں

چشم خرد سے دیکھو زمین آسمان کو
اس صانع قدیر کی قدرت نہاں نہیں

یہ جان لے کہ میان سے نکلی ہوئی ہے تیغ
قابو میں وقت غیظ جو تیری زباں نہیں

غصہ کے وقت روک لو اپنی زباں ضرور
تیز اس سے بڑھ کے خنجر و تیر و سنان نہیں

بے مہری زمانہ تو اب عام ہے ذہین
کس سے امید مہر ہو جب مہربان نہیں

دلوں میں راہ تو کر رشتۂ گہر کی طرح
ملیگی دیدۂ مردم میں جا نظر کی طرح

رہیگا باغ جہاں میں گل نہ رنگ نہ بو
رہیگی شئے نہ کوئی نخل بارور کی طرح

کبھی نہ تیغ حوادث سے ڈر بھلائی کر
کہ آڑے آئیگی نیکی تری سپر کی طرح

نہ پہنچینگے سند ال ایسے وہ ہونگے کاری زخم
چبھے گی نوک زباں کی جو نیشتر کی طرح

تو مایہ دار اگر ہے تو سرنگوں ہو جا
شعار اپنا بنا نخل بارور کی طرح

[illegible] لئے ہے بشر بشر کے لئے
نہ ہو جہان میں بدنام لفظ شر کی طرح

پہنچ سکیگا تری ذات سے جہان کو فیض
ہو تجھ میں نور صداقت اگر سحر کی طرح

ذرا ہوا اس سے تو ہو نفع اس سے صد افسوس
بشر ہوا ور نہ ہو نخل بارور کی طرح

کروگے قدر سنو گے جو قصۂ یعقوب
نہیں شفیق پسر پر کوئی پدر کی طرح

ہو سحاب کرم بحر جود۔ کان عطا
ہر اک کو فائدہ پہنچاؤ بحر و بر کی طرح

عزیز بن کے رہو چار دانگ عالم میں
زمرد و گہر و لعل و سیم و زر کی طرح

ذہینؔ ہے در حق سب کا کعبۂ مقصود
پڑے رہو تم اسی در پہ سنگ در کی طرح

دل کو آئینہ بنا رشک سکندر ہو جا
کر دے ہستی کو فنا مثل ابو ذر ہو جا

جانتا ہے کہ فرشتوں نے کیا سجدہ کسے
آدمی ہے تو ملک سے کہیں بہتر ہو جا

حرص، محتاج ہی رکھے گی ہمیشہ تجھ کو
مانگ لے گنج قناعت سے تو انگر ہو جا

تیرے ہی واسطے ہیں نقرہ و زر لعل و گہر
اے عزیز ان کے لئے تو نہ محقر ہو جا

شر ہے شیطاں کے لئے خیر ہے انساں کے لئے
خیر اسی میں ہے تری بندۂ بے شر ہو جا

دیکھ کس طرح پہنچ جاتی ہے تا باب قبول
اک ذرا وقت دعا عاجز و مضطر ہو جا

غم ہی تیرا ہے انیس اس کو ہمیشہ رکھ یاد
دیکھ کر محفل عشرت کو مکدر ہو جا

ثروت و جاہ میں ہے عجز و تواضع مشکل
نفس کہتا ہے کہ فرعون کا ہمسر ہو جا

خار کی طرح نہ آنکھوں میں کھٹک خواری سے
خلق سے خلق کی نظروں میں گل تر ہو جا

ہے مقاصد کے بر آنے کی تمنا جو ذہینؔ
پہلے ثابت قدم آزادی حق پر ہو جا

وہی نظارۂ رنگینیٔ بہار کرے
جو مثل لالہ کے دل اپنا داغدار کرے

کہیں نہ تجھ کو یہ ناداں ذلیل و خوار کرے
نہ مان دل کا کہا منتیں ہزار کرے

نہیں وہ خصم جو ایذائیں بار بار نہ دے
نہیں وہ دوست جو احسان بار بار کرے

خلوص یہ ہے نصیحت کرے تو خلوت میں
نہیں وہ دوست جو غیروں میں شرمسار کرے

طمع ہے جس کو تونگر بھی ہے تو مفلس ہے
غنی وہی ہے قناعت جو اختیار کرے

اب کہاں ہے وہ ضحاک ۔ ہر طرف تھی جس کی دھاک
اب کہاں ہے وہ سہراب ۔ نیزہ اسکا وہ نایاب
اب کہاں ہیں نامی ۔ سعد و سعدی و جامی
اب کہاں ہے وہ سنجر ۔ اب کہاں ہے وہ بابر
اب کہاں وہ ہارون ہے ۔ اب کہاں وہ مامون ہے
ملک ہو گئے تاراج ۔ تخت ہے نہ وہ تاج
تیرے سامنے کیا تھا ۔ کیا سے ہو گیا پھر کیا

سو رہا ہے زیر خاک ۔ قصر ہے نہ ایواں ہے
اب کہاں ہے وہ داراب ۔ اب کہاں نریماں ہے
فیض ہے نہ فہامی ۔ خان خاناناں ہے
اب کہاں ہے وہ اکبر ۔ اب کہاں وہ ساماں ہے
اب کہاں ہمایوں ہے ۔ قیصر و خاقاں ہے
کیا تھے کل ہوئے کیا آج ۔ شاہ وہ نہ سلطاں ہے
ہے یہ حال دنیا کا ۔ غافل اب بھی ناداں ہے

اے ذہین یہ ہے دنیا تم نے کیا اسے سمجھا
یاں کا درد سر سودا یاں کا نفع نقصاں ہے

ہے دعوئے حق بینی اللہ ری بیباکی
ہو عجز ترا آئین اے آدمی خاکی
دنیا کے مشاغل ہیں کب تک یہ عرق ریزی
اچھی نہیں خود کامی ہو جائے گی بدنامی
مخلوق ملوث ہے عیب اور خطاؤں سے
شہرت کو لگا بٹا دامن پہ لگا دھبا
سینہ ہے کہ مشرق ہے خورشید ہے یا دل ہے
یہ گلشن دنیا بھی جنت کا نمونہ ہے
کہ وصف اضافی ہو مشکل ہنر ذاتی
یہ عقدۂ لاینحل زنہار نہ ہوگا حل

جرأت تو کوئی دیکھے اس دیدۂ بینا کی
آئینہ ہے احوال امروز و دی و ضحا کی
فکر زر و گوہر میں تا کے یہ ہوسنا کی
پنہاں نہیں رہنے کی مکاری و چالاکی
بے عیب خالق ہی زیبا ہے اسے پاکی
دنیا میں جنہوں نے کی خونریزی و سفاکی
تنویر کوئی دیکھے اس قلب مصفا کی
قدرت نظر آتی ہے اللہ تعالیٰ کی
اولاد کو حاصل کیا توقیر سے آبا کی
رکھیگی تمہیں بیکل وہ زلف چلیپا کی

عقبیٰ کا خیال اُن کو ہوتا ہی نہیں کچھ بھی — مشغول ہیں جو دائم تدبیر میں دنیا کی
اک دام یہ دنیا ہے دانہ ہے غم دنیا — کھاتا ہے غم و غصہ تقدیر میں دانا کی

سینہ میں ذہین اپنے رکھتے ہیں دل بریاں
کیوں قدر نہ ہو ہم کو دلسوزی ایذا کی

کمال ذات انسانی تو اے انسان پیدا کر — ملائک تیری کریں تعریف ایسی شان پیدا کر
بنا خلق اپنا نیکو تر کہ شیدا خلق ہو تجھ پر — دلوں کو کھینچ لے اپنی طرف وہ آن پیدا کر
کرے جو امتیاز نیک و بد وہ آنکھ کر پیدا — جو سن لیتے ہیں اچھی بات کو وہ کان پیدا کر
بنی انسان گزرے ہیں جو عالی شان ہوتے ہیں — خدا نے عقل دی انسان کی پہچان پیدا کر
نہ حاصل جاہ و ثروت کر نہ پیدا کر زر و دولت — تری عزت ہو جس سے بعد مرنے وہ نشان پیدا کر
مبارک زندگی وہ ہے جو نیکی میں گزر جائے — فنا و فتنہ دنیا ہیچ اے نادان پیدا کر
قناعت تیرے دلکو خواہشوں سے پاک کر دیگی — مگر پہلے تو اپنے دل میں اطمینان پیدا کر
نہ ہو مایوس رحمت میں خدا کے فضل و رحمت سے — تری آسان ہونگی مشکلیں اوسان پیدا کر
جہاں ہو ذکر تیرا سب کریں تعریف ہی تیری — جہاں میں نیکنامی ہی کو تو امکان پیدا کر
اگر کچھ ہے تو دنیا ہی میں لطف عیش دنیا ہے — ترے وارث میں جو کام آئے وہ سامان پیدا کر

ذہین خستہ دل تجھ سے پریشانی میں کیا ہوگا
تجھے کچھ کام کرنا ہے تو اطمینان پیدا کر

محنت سے نہ اکتا کہ کھیتی یہ ہری ہوگی — ہمت کے لگاؤ پر پہلو میں پوری ہوگی
دکھ جس کو ستاتے ہو تم اسکی طرف دیکھو — ہمدرد اگر ہوگا آنکھ بھی تری ہوگی
اس عمر میں دنیا کے یہ ناز یہ نخرے ہیں — پیدا ابھی بدنامی میں کیا [illegible] ہوگی

معیار سخن پہ جو معلوم کھرا کھوٹا — کریگی دلوں میں گھر جو بات کھری ہوگی
چھونا نہ کبھی اسکو یہ سے نہیں کر [illegible] — سایہ سے بچو اسکے شیشے میں پری ہوگی
کیوں لکو دکھاتا ہے انسان کے اسے ان [illegible] — اور اس سے زیادہ بھی کیا بے جگری ہوگی

مفلس ہو وہ تن اس پہ ہے خواہش ہمدردی
بے چارہ و بے زر سے کیا چارہ گری ہوگی

یہی سر قدرت ہے خیال اسکا بشر رکھے — کسی کا ہو رہے خود یا کسی کو اپنا کر رکھے
نہ تو کچھ سیم و زر رکھے نہ تو لعل و گہر رکھے — کرے دل میں ہر اک کے گھر بشر ایسا ہنر رکھے
نہ بڑھنے پائینگے عیب اور ترغیب ہنر ہوگی — بشر اپنی خطاؤں پر اگر ہر دم نظر رکھے
نہ دھوکا دے کسی کو کوئی عزت اپنی گر چاہے — ہو جامہ پارسائی کا تو دل بھی صاف تر رکھے
اسی کا نام طاعت ہے یہی ہے کام بندے کا — زباں پر ورد رکھے نام حق سجدہ میں سر رکھے
طریق ایثار کا آساں نہیں مشکل یہ جادہ ہے — قدم رکھے وہی اسمیں جو پتھر کا جگر رکھے
زمانہ میں سدا تیغ حوادث چلتی رہتی ہے — قضا سے کیا خطر اسکو رضا کی جو سپر رکھے
جو کوہ حلم ہوگا کوئی اسکے منہ نہ آئیگا — وہ منہ کی کھائیگا ہر دم جو غصہ ناک پر رکھے

قدم پیش آتا ہے کوئی کام کب تکلیف و زحمت میں
بشر کو چاہیے خالق کی رحمت پر نظر رکھے

خدا کا شکر رہ حق سے دل نہیں بھٹکا — کہ غیر حق کا ہمیشہ لگا رہا کھٹکا
اسی کا نام نکلتا ہے ہر نفس کے ساتھ — مری زبان کو پڑ جائے کاش یہ چسکا
جو خاک ہونے سے پہلے ہوئے ہیں خاک انہیں — نہ زندگی کی ہے پروا نہ موت کا کھٹکا
کسی طرح بھی مرو دنیا کے کام چلتے ہیں — یہاں کسی کا بھی رہتا نہیں ہے کام اٹکا

عروج پا کے بہت تو نے سر اٹھایا ہے
کہیں قضا کا نہ پڑ جائے ہاتھ پلٹ کا

تباہ کر کے کسی کو بنائے کام اپنا
شریف کا تو نہیں کام ہے یہ نٹ کھٹ کا

گھمنڈ قوت بازو پہ تھا جہاں میں جنھیں
انھیں بھی موت نے آخر اٹھا کے دے پٹکا

دو روزہ جاہ و حشم پر نہ کر غرور اتنا
کہ بس ہے تجھ کو زمانہ کا ایک ہی جھٹکا

اجل کچھ ایسی دبے پاؤں آتی ہے غافل
کہ ہوتا ہی نہیں احساس اس کی آہٹ کا

ہوا ہے گھر میں مگر خلق کے ہو دل میں گھر
نہیں بھی کوئی سکھا دے ذہن یہ [illegible]

دنیا ہے کیا سرا ہے
کب ٹھیرنے کی جا ہے

پتلا ہو خاک کا ہے
انساں میں جان کیا ہے

مٹی کے پتلے ہر دم
کیوں خاک چھانتا ہے

دے ساتھ وقت بد میں
کون ایسا آشنا ہے

نیکی ہے حق کی رحمت
لیکن بدی بلا ہے

کر ترک اس کی خواہش
یہ آفت و بلا ہے

ہونا ہے جو وہ ہوگا
کیوں رنج کر رہا ہے

درد آشنا سے پوچھو
الفت میں لطف کیا ہے

جو کام سب کے آئے
ہادی ہے رہنما ہے

دور نکمی جہاں دیکھو
اک منعم اک گدا ہے

چشم کرم بشر سے
ذلت کا سامنا ہے

اس کا دیا ہے روشن
جس شخص نے دیا ہے

عالم سراب کا ہے
دھوکا ہی اس میں کیا ہے

دم [illegible] ذرا ہے
پانی کا بلبلا ہے

بے جاہ تیرے آگے
دنیا کی جاہ کیا ہے

ہے قابل پرستش
جو یار باوفا ہے

دل میں بدی کا آنا
آفت کا سامنا ہے

ہے وقت مال و دولت
تو مفت کھو رہا ہے

ہے عمر تیری کتنی
کیوں غم میں مبتلا ہے

ہے لطف زندگی کا
دل میں اگر وفا ہے

نیکی بدوں سے کرنا
نیکی کا اقتضا ہے

ہے ساتھ عیش کے غم
دنیا میں اور کیا ہے

اللہ سے طلب کر
جو تجھ کو مانگنا ہے

ہے ایک خلق [illegible]
اخلاق خلق کیا ہے

اگر دل نہ ہو مکدر جام جہاں نما ہے حال سیاہ کاراں عبرت کا آئینہ ہے

پھر جہاں میں اُس کا کب کوئی آشنا ہے
یارب ذہین کو بس تیرا ہی آسرا ہے

اُس سے موافقت کوئی کیا دیکھکر کرے کچھ خیر جو بشر نہ کرے اور شر کرے
آنکھوں میں آ گئی جو مروت نہیں تو پھر کوئی محبت آپ سے کیا دیکھکر کرے
جس کی نظر ہنر ہی کی جانب ہو دوست ہے دشمن ہے عیب ہی کی طرف جو نظر کرے
ہوتے ہیں بعض وقت محب بھی عدوئے جاں کیا دوستی کسی سے کوئی بے خطر کرے
رکھو نہ یاد اپنا کسی شخص سے سلوک بھولو نہ تم پہ کوئی بھی احساں اگر کرے
اس کے لئے ہیں خلد میں لعل و گہر کے قصر جو خلق کے دلوں میں بھلائی سے گھر کرے
جو دیکھتا ہے نام کو وہ کارداں نہیں ہے قدرداں وہی جو نظر کام پر کرے
وہ اہل ہی نہیں ہے نہیں جس کو شوق علم نا اہل وہ نہیں ہے جو کسب ہنر کرے
قاروں کا جو حال ہوا جانتے ہیں سب پھر عقلمند کیوں ہوس سیم و زر کرے
آپس ہی میں ہو خواہ نصیحت ہو یا گلہ وہ دوست کب ہے چار میں سوا اگر کرے
سب کچھ ہے گرم و سرد زمانہ کتاب میں عاقل وہ ہے جو یہ سفر بحر و بر کرے
کاٹے سیاہ کاریوں میں عمر جو بسر روشن وہ کیا زمانہ میں نام پدر کرے
ناداں وہ کب ہے رکھے قناعت کو جو عزیز دانا وہ کب ہے جو طمع سیم و زر کرے

سمجھو نہ خشک اس کی محبت کو اے ذہین
سنکر تمہارا دکھ جو کوئی چشم تر کرے

زمیں پہ رہ کے نہ سرکش ہو آسماں کی طرح جو تیر ہو کے ملے اس سے مل کماں کی طرح

عزیز کیوں نہ خموشی میں ہو یہ جاں کی طرح | کہ مثل جو ہے زباں ہے دہن حباب کی طرح
کھلائے تو نے عجب رنگ کے یہ گل اے یاس | کہ باغ دل کو تلف کر دیا خزاں کی طرح
نہ ہو گا وہ ہدف غم فروتنی سے کبھی | جو آگے تیر بلا کے ہو خم کماں کی طرح
نہ پھینکے اس کو کوئی خار رہ کی طرح کبھی | پڑا رہے جو کوئی سنگ آستاں کی طرح
نیام ہی میں یہ تلوار کام کرتی ہے | نہ تیغ ہی ہے نہ خنجر کوئی زباں کی طرح
عزیز جان سے بڑھکر نہیں ہے کوئی شے | کسی کے دل میں جگہ کر حبیب جاں کی طرح
جگر جلاتی ہے یہ کرکے پانی پانی اسے | کہاں ہے آتش تیز آتش زباں کی طرح
نہیں توقع راحت تو کیا ہو اطمینان | کہ ہم سرائے جہاں میں ہیں مہماں کی طرح
زباں سے کیوں نہ ہو اک فتنہ خیز خونریزی | چلے دہن میں اگر خنجر دنداں کی طرح

کہاں ہیں اگلے زمانے کے اچھے لوگ ذہین
اب ان کا ذکر ہی سنتے ہیں داستاں کی طرح

اپنی کوشش ہی کو سرچشمۂ عزت سمجھو | اپنی ہمت ہی کو سرمایۂ دولت سمجھو
اپنی عزت کے ہو خواہاں تو کرو غیر کی قدر | نیکی غیر سے اپنے سے محبت سمجھو
شعبدہ جانو اگر کوئی چلے پانی پر | غصہ پی جائے جو کوئی تو کرامت سمجھو
ہے بدی کے لئے نادانی و بے عقلی و جہل | نیکیوں کے لئے ہے فہم و فراست سمجھو
کینہ و بغض کو سمجھو کہ مصیبت ہے بڑی | الفت و مہر کو سرمایۂ راحت سمجھو
جس میں ہو خلق تواضع کرو تعظیم اس کی | کبر و نخوت سے ہوا کرتی ہے ذلت سمجھو
سوچو کیوں ظلم سے رسوائے جہاں ہے ضحاک | قدر کسرے کی ہے کیوں کیا ہے عدالت سمجھو
نہ کرے کوئی بدی تم سے تو مانو احسان | تم کسی سے کرو نیکی تو سعادت سمجھو

بے ہنر کرتے ہیں ناکامی قسمت کا گلہ
ہو اگر تم میں ہنر خوبیٔ قسمت سمجھو

اچھی افراط کسی شے کی نہ تفریط اچھی
اعتدال اچھا ہے کیا اسکی ہدایت سمجھو

ہمت و سعی کرو ہے حرکت میں برکت
کاہلی کو سبب ذلت و نکبت سمجھو

ہار و ہمت نہ کبھی پیش جو آئے مشکل
مشکل آسان ہو جس سے وہ ہے ہمت سمجھو

چین ملتا ہے کہاں فکر و غم دنیا سے
وقت جو گزرے بھلائی میں غنیمت سمجھو

آج کے کام کو کیوں کل پہ اٹھا رکھتے ہو
کل قیامت ہے اگر آج نہ فرصت سمجھو

خلق کے ساتھ ملو خلق سے احسان کرو
یہ عبادت ہے ذہین اس کو عبادت سمجھو

لوگ سب اچھا کہیں جس کو کہاں ایسا بشر
جس بشر میں شر نہ ہو سمجھو اسے اچھا بشر

بندۂ حق کیوں ہے غافل کر خدا کی بندگی
اتنی غفلت حق کی جانب ہے نہیں زیبا بشر

ہے بقا حق کو تجھے حق سے ابد تک کام ہے
ہے فنا دنیا کو اک دن کیا ہے یہ دنیا بشر

ہے یہ ظاہر سخت خنجر نرم ہوتی ہے زباں
تو زباں سے لے نہ ہرگز کام خنجر کا بشر

کھانا پینا سونا یہ حیوان مطلق کا ہے کام
تو ہے اشرف۔ کام تیرا سب سے ہے اعلیٰ بشر

نفس امارہ بڑا سرکش ہے ہشیار اس سے رہ
دام ہے دنیا کے بیچ۔ تو ہے اگر دانا بشر

منہمک ہے فکر دنیا میں ہے دنیا کو فنا
آخرت ہی کی نہیں ہے کچھ تجھے پروا بشر

سیرت خیر البشر دیکھے کوئی تاریخ میں
صفحۂ عالم پر ایسا کب نظر آیا بشر

کر دی ہے حرص و ہوس نے مٹی خراب انساں کی
ہو گیا ہے کس لئے اس کا تجھے چسکا بشر

کون ہے ایسا کہ سب اچھا کہیں جسکو ذہین
نفع جو لوگوں کو پہنچائے وہ ہے اچھا بشر

سود ا ہے اگر افسر کا تجھے خود سر ہو وہ سر پیدا کر
آئینہ جو دل کو بنانا ہو آئین سکندر پیدا کر

دل صاف تو کر لے کدورت سے پھر دیکھ تماشا بینی کر
اکلیل قناعت سر پر رکھ تو فقر ابوذر پیدا کر

نادان ترا دیکھنا کہ ہر کیوں تجھ کو عزیز ہیں لعل و گہر
تو سنگ ہے عزیز نظروں وصف وہ جوہر پیدا کر

کرتا ہے تجھے کیا اے غافل او تو کیا کرتا ہے غافل
نخوت کی پی یوں مے غافل عرفاں کا ساغر پیدا کر

جو دیکھے تو اچھی ہی چیز دنیا کو جو سمجھے تو اچھی ہی ہاتھ لگ
چشم بینا وہ حاصل کر وہ قلب منور پیدا کر

تقسیم جو کا نیک میں ہو وہ سیم مبارک ہو تجھ کو
جس زر سے ضرر نہ کسی کا ہو ہاں شوق سے وہ زر پیدا کر

یہ عجب نہ کچھ کام آئیگا نقصان ہی اس سے پائیگا
انسان جو ہم کہلائیگا انساں کا جوہر پیدا کر

مت عیدو جد کا مائل بن پھر علم و ہنر کا مل بن
دریائے علوم میں غوطے لگا مقصود کا گوہر پیدا کر

کیوں نازاں ہے وصف انسانی پر نادان تجھے ہٹا موتی
اپنے کو سنوار فضیلت سے خود ذات میں جوہر پیدا کر

ہو یار تو یار رہتا ہو مونس ہو نہ بار خاطر ہو
یا خود تو کسی کا ناصر ہو یا ہمدم و یاور پیدا کر

کر غور ذہین آفتہ جگر کس طرح سے ہوتی ہے عمر بسر
دارین میں جو کام آئے ترے وہ نام خرد ور پیدا کر

سدا ہے گردش لیل و نہار دنیا میں
ہے ایک حال پہ کس کو قرار دنیا میں

ہمیشہ گلشن عالم کا ایک رنگ نہیں
کبھی خزاں ہے کبھی ہے بہار دنیا میں

ہے خاتم گل عیش و طرب کے ساتھ مدام
نہیں ہے کوئی خوشی خوشگوار دنیا میں

کوئی غنچہ ہے شبنم جہاں میں گل کی طرح
ہے کوئی خار کی مانند خوار دنیا میں

گلہ کسی سے نہیں اپنی اپنی قسمت ہے
کوئی گدا ہے کوئی شہریار دنیا میں

ہے فکر مال کسی کو کسی کو فکر مآل
ہے کوئی مست کوئی ہوشیار دنیا میں

عجب ہے وہ ہوا ہے جہان فانی کی
کوئی ہے شاد کوئی دلفگار دنیا میں

لوگ ایسے ہیں بہت جن میں محبت ہی نہیں کچھ مروت ہی نہیں
دس میں دو اک کو محب سب کو شناسا سمجھو ہے اگر فہم و ذکا

نخوت و شر و حسد جس میں ہو وہ ہے بشر بلکہ ہے مثل گہر
جوہر نیک کو تم گوہر یکتا سمجھو دے سمجھ تم کو خدا

نفس امارہ اک آفت ہے اس آفت سے بچو اس مصیبت سے بچو
ہے اگر عقل مصیبت کو خدارا سمجھو دور ہوتا ہے بلا

جان دی عقل دی ایماں تمھیں خالق نے دیا کرو شکر اس کا ادا
بندے کہلاتے ہو جس کے اسے مولا سمجھو بھولو اس کو نہ ذرا

راستی باعث تکلیف و ذلت ہے ذہیں ہے باز در یقیں
کرو قدر اس کی اسے نعمت عظمیٰ سمجھو دے یہ توفیق خدا

اگر ہے اشرف خلق اے بشر پیدا شرافت کر
سنور جائینگے تیرے کام نیکی کر سخاوت کر
خیال سود کر نخوت نہ کر پاس شرافت کر
مدارا و شمنوں سے کر شناساؤں سے الفت کر
یہی سر تمدن ہے یہی راز تعاون ہے
خصائل چھوڑ حیواں کے فرشتہ اے بشر بن جا
نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ و ہدی و قربانی
اگر دارین میں عزت و راحت کا خواہاں ہے
شکایت کر نہ دھر کر ہاتھ پہ ہاتھ اے بشر ہرگز

عبادت کے لئے پیدا ہوا ہے تو عبادت کر
پڑے کیسی ہی مشکل ہو گی آساں عزم و ہمت کر
ہمیشہ علم و فن تحصیل کر نیکی میں عجلت کر
احبہ سے محبت کر اعزہ سے مروت کر
جو چھوٹا ہو تو شفقت کر بڑا ہو تو عزت کر
توکل کر خدا کا ذکر کر صبر و قناعت کر
جہاں تک تجھ سے ممکن ہو ادا فرض و سنت کر
ادھر مخلوق کی خدمت ادھر خالق کی طاعت کر
تمنا ہے اگر راحت کی تجھ کو سعی و محنت کر

ہدایت کا یہ رستہ ہے یہ عزت کا طریقہ ہے
بدی سے باز رہ ہر وقت نیکی ہی کی عادت کر

ذہین خاطی و عاصی بھروسا زندگی کا کیا
بہت کی معصیت اب کچھ دنوں حق کی عبادت کر

جو حق کا طلبگار ہے گمراہ نہیں ہے
باطل کا طرفدار حق آگاہ نہیں ہے

کیا غم ہے اگر کوئی بھی خواہ نہیں ہے
کیا کافی و وافی ہمیں اللہ نہیں ہے

دیتی ہے گواہی یہی ہر صنعت عالم
صانع بجز اللہ کے واللہ نہیں ہے

تو بستر گل پر یہ سمجھ گل پہ ہے شبنم
جو شام کو ہے اور سحرگاہ نہیں ہے

دل صاف کرا چاہیے اگر طالب مولیٰ
مقصود کی اور اس کے سوا راہ نہیں ہے

دو دل مظلوم سے ڈر ظالم سرکش
ہے کوہ ترے سامنے یہ کاہ نہیں ہے

کب باغ جہاں میں نظر آئے گل بےخار
کیا چیز ہے جنت میں جو دلخواہ نہیں ہے

کرسی تو معلوم ہو قسمت کا تجھے حال
تو بے خبر اس راز سے آگاہ نہیں ہے

در چھوڑ کے اللہ ترا کوئی کہاں جائے
اور اس کے سوا تو کوئی درگاہ نہیں ہے

تو اپنے محبوں کو ڈبو دیتی ہے دنیا
پھر کیا ہے تری چاہ اگر چاہ نہیں ہے

چھپ چھپ کے گنہ کرتے ہیں مخلوق سے ڈر کے
حق ہی سے ہمیں شرم و حیا آہ نہیں ہے

کیا سوچ کے کرتے ہو ذہین الفت دنیا
افسوس کسی کی یہ بھی خواہ نہیں ہے

لطف فرقت میں وہ آتا ہے کہ قربت میں نہیں
امن عزلت میں وہ ملتا ہے کہ صحبت میں نہیں

سب سے الفت کرو اور بس عداوت نہ کرو
غم محبت میں نہیں عیش عداوت میں نہیں

سینہ آئینہ وہی ہے نہ ہو جس میں کینہ
دیکھیں کیا خاک کہ جز خاک کدورت میں نہیں

آشنا ہیں تو ہیں راحت کے زمانے میں بہت
کوئی غمخوار نہیں ہے تو مصیبت میں نہیں

سمجھو تدبیر سے تقدیر کا ہوتا ہے ظہور
نہ بنے بات جو کوشش سے وہ قسمت میں نہیں

ان سے کچھ روز نہ رکھیں غیر سے بھی کوئی امید
شیوہ رحم و کرم جن کی طبیعت میں نہیں

فرحت روح اگر ہے تو امانت ہی میں ہے
راحت قلب نہیں ہے تو خیانت میں نہیں

کیا ہے انساں کا بھروسا کہ ہے مثل حباب
ہے جسے سمجھے ہو تم دم ہے حقیقت میں نہیں

شاہ و عالی کو یہاں کچھ نہیں جب کوئی ثبات
کون دنیا میں ہے جو رنج و مصیبت میں نہیں

زیست کا لطف اگر ہے تو محبت ہی سے ہے
دل اگر صاف نہ ہو لطف محبت میں نہیں

کاہلی بے ہنروں کو ہی سجھاتی ہے
عیش و آرام وطن ہی میں ہے غربت میں نہیں

کس طرح شاہد مقصود ترے ہاتھ آئے
دامن سعی اگر پنجۂ ہمت میں نہیں

اے خدا تجھ سے ہر اک چیز نہ کیوں مانگے ذہین
کونسی چیز ترے قبضۂ قدرت میں نہیں

بھروسا کیا کرے اس کا کوئی فانی یہ عالم ہے
زیادہ ہے یہاں رنج و الم عیش و طرب کم ہے

کیے جا نیکیاں ہر دم یہ جب تک دم میں دم تیرا
بھروسا کیا ہے اس دم کا سمجھ لے دم کوئی دم ہے

نکو نامی یہاں رہتی ہے اور بدنامی نہیں رہتا
نہ کسرے ہے نہ اب حاتم نہ اسکندر نہ اب جم ہے

زباں سے زخم کا ممکن مداوا ہے زباں ہی سے
لیے زخم درشتی لینت و نرمی ہی مرہم ہے

جہاں تک دیکھیے ادنیٰ کو اعلیٰ کو غرض سب کو
زیادہ فکر ہے دنیا کی فکر دیں بہت کم ہے

نہیں ہے کام کی وہ زندگی جسمیں ہو بدنامی
بجا ہے یہ مقولہ نام رستم بہ ز رستم ہے

نہ آتی موت تو اپنی خوشی سے کب کوئی جاتا
مگر یہ عالم فانی عجب عجیب عالم ہے

اٹھانا منت دوناں نہ دوناں کے لیے ہرگز
اگر علوے بھی ذلت سے ملے سمجھو اسم ہے

سچ کو اتنا اچھا نہ لگا آپ کے خیر سے ہے
دل کی تم سے پوچھے کیوں اصل نہ جیت کیا تجھ کو
غیر ہیں دوستوں کی طرح کبھی عہد موافق ہیں

کہ شب کو بستر گل نہیں تو گل پہ شبنم ہے
کہ صبر تیری گئی طاقت کہاں تیرا وہ دم خم ہے
برا وقت آ گیا تو کوئی مونس ہے نہ ہمدم ہے

دو رنگی جہاں سے آ ذہین افسردہ خاطر ہیں
خوشی ہو تو خوشی کس کو اگر غم ہے تو کیا غم ہے

کب شناس ہیں دوست جن میں خلوص و وفا نہیں
کھلتا ہے تجربے سے یہ اچھا ہے وہ برا
کیوں اس خیال سے ہو رنج و الم فزوں
ہیں خود غرض کی رفع غرض تک خوشامدی
جن کے رفیق دیا ہے عشرت میں سیکڑوں
تم اپنے آپ دوست بنو نفع پاؤ گے
اپنی مدد کرو تو خدا بھی محسن ہو
آرام چاہتے ہو تو سستی کو چھوڑ دو
محنت کے ساتھ کوشش و ہمت بھی شرط ہے
منت شناس ہوتے ہیں جو ہوتے ہیں شریف

جو آشنا شناس نہیں آشنا نہیں
باطن کا حال پہلے کوئی جانتا نہیں
دنیا میں غمگسار کوئی آشنا نہیں
انساں کا پھر خیال اسے رہتا ذرا نہیں
عسرت میں ان کا کوئی رفیق آشنا نہیں
غیروں کی دوستی سے کوئی فائدہ نہیں
یوں بے طلب معین کسی کا خدا نہیں
راحت کا دشمن اس کے سوا دوسرا نہیں
یہ ساتھ ہو تو حاجت فاقہ سدا نہیں
احسان کو رذیل مگر مانتا نہیں

ساتھی نہیں ہے کوئی برے وقت کا ذہین
مفلس کا کوئی یار کوئی آشنا نہیں

ہے گماں سن کا کرا کہ ان لے گماں کچھ بھی نہیں
کیا ہے انساں؟ ایک مشت استخواں کچھ بھی نہیں

یہ زمیں کچھ بھی نہیں یہ آسماں کچھ بھی نہیں
بلبلہ پانی کا ہے عمر رواں کچھ بھی نہیں

سب بے وفائی کیا زمیں کیا آسماں کچھ بھی نہیں
اک خدا کو ہے بقا سارا جہاں کچھ بھی نہیں

جن کے سر پر کل ہی کرتا تھا مگس رانی ہما
آج انکی قبر میں جز استخواں کچھ بھی نہیں

زندگی تک ایک عالم جن کے تھا زیر نگیں
بعد مردن ان کا اب نام و نشاں کچھ بھی نہیں

رنگ کیا فصل خزاں لائیگی رکھ اسکا خیال
لالہ و گل کی بہار اے باغباں کچھ بھی نہیں

آہ ہے مظلوم کی ڈر ظالم نخوت پرست
سامنے جس کے زمین و آسماں کچھ بھی نہیں

لوح عالم میں کہاں نقش وفا باقی رہا
مٹ گیا ایسا کہ آج اسکا نشاں کچھ بھی نہیں

اہل دنیا کی محبت ہے غرض کی اے ذہین
غیر کی الفت کسی دل میں یہاں کچھ بھی نہیں

اے عندلیب لطف گلستاں ہے چند روز
فصل بہار باغ میں مہماں ہے چند روز

دو دن کی خوشنوائی قمری چمن میں ہے
خوش قامتی سرو خراماں ہے چند روز

دل میں گلوں کے رہتی ہے ہر وقت یہ خلش
ہوگا یہ خار زار گلستاں ہے چند روز

لالہ کو بے ثباتی عالم کا داغ ہے
یوں دیکھنے کو باغ میں خنداں ہے چند روز

جسنے دیکھی رنگ یہ نیرنگی خزاں
اے باغباں بہار گلستاں ہے چند روز

گل کیطرح گزار دیا ہنسکے زندگی
باغ جہاں میں صحبت یاراں ہے چند روز

کہتی ہے نے کہ تلخ یہاں کی ہیں لذتیں
دنیا کے ساز عیش کا ساماں ہے چند روز

ناداں کہاں ہے بحر جہاں کا ہے بلبلہ
مہماں سرائے دہر کا مہماں ہے چند روز

دنیا کے رنج و غم سے اسیر و نہ ہو ملول
چھوٹو گے اس سے جلد یہ زنداں ہے چند روز

کچھ دنوں جہاں میں گدائی گداگری
وا حسرتا حکومت سلطاں ہے چند روز

[illegible] حسن و جوانی پہ کیجیے ناز
افسوس زندگانی انساں ہے چند روز

اک حال پر کوئی نہیں رہتا یہاں ذہین
خنداں ہے چند روز تو گریاں ہے چند روز

دنیا کی ہوس کیوں کرتے ہو دنیا ہے سب فنا بابا
لو اپنی لگاؤ خالق سے ہو ایک اسی کو بقا بابا

ضائع نہ کبھی جائیگا نہیں جو تم نے کسی کو دیا بابا
ظلمتکدۂ دوراں میں سدا روشن یہ رہیگا دیا بابا

چشم عبرت کھولو دیکھو کیا کیا اگلوں نے کیا بابا
بے فہم و خرد سوچو سمجھو کرنا ہے تمہیں بھی کیا بابا

کچھ لطف و کرم کرکے دیکھو کچھ لطف اٹھا دو دولت کا
جاگیر پڑی ملجائیگی کرلو جو دلمیں جا بابا

دنیا ہے یہ کھیتی عقبےٰ کی کام آئیگی نیکی دنیا کی
مخلوق بھی خوش خالق بھی ہو خوش کیسا سودا بابا

ہو کر انساں انساں سے تم کرتے ہو نفرت حیرت ہے
سب بندے ہیں ایک ہی خالق کے سلطاں ہو یا گدا بابا

کیوں حرص تمنا کرکے یوں ہوتے ہو ذلیل اغیار میں تم
خالق ہے کہو وہ بنتا ہے تم بندے ہو وہ مولا بابا

ہستی ہے جو تم اتراتے ہو اک یہ بھی سراب کا دھوکا ہے
ہے تو ہے وہی تم کچھ بھی نہیں تم آپ کو سمجھے ہو کیا بابا

عاصی ہے ذہین خستہ جگر رحم اسپہ کرے رب اکبر
دو اسکو دعا ممکن ہو اگر حق دے تمہیں اس کی جزا بابا

شکر خدا فراغت و عشرت میں چاہیئے
صبر و رضا مصیبت و عسرت میں چاہیئے

جود و سخا و بذل امارت میں چاہیئے
رحم و عطا و عدل حکومت میں چاہیئے

فکر اپنی ہو تو خود غرضی کہتے ہیں اسے
سعیٔ بلیغ خلق کی راحت میں چاہیئے

پہونچوگے تم بھی زینۂ بام مراد پر
ہاں ہمت بلند عزیمت میں چاہیئے

ایذا دہی و شر ہے صفات درندگاں
رحم و کرم بشر کی طبیعت میں چاہیئے

دل صاف اگر نہ ہو تو نہیں دوستی کا لطف
صدق و صفا محبت و الفت میں چاہیئے

مت دیکھئے کی ہے جھوٹی محبت جتا دکھا
عین خلوص چشم مروت میں چاہیئے

احساں نہیں غرض ہے فراغت میں گر کیا
دنیا کی جاہ کی طمع و حرص ہے فضول
تا حالت زوال میں افلاس دکھ نہ رنج
اس زندگی کی فکر تو دن رات ہے مگر
راضی جو ہو رضائے خدا پر وہی ہے مرد
رہتا نہیں یہ نشۂ دولت کبھی مدام

احساں کسی کے ساتھ مصیبت میں چاہیئے
پابندئ ثبات رہ قناعت میں چاہیئے
ہر ایک سے سلوک ارادت میں چاہیئے
سوچو کبھی کہ کیا تمہیں تربیت میں چاہیئے
راحت میں شکر صبر مصیبت میں چاہیئے
ثروت میں انکسار طبیعت میں چاہیئے

بندے کی اس سے بڑھ کے سعادت نہیں یقین
ہر آن لو لگی ہوئی طاعت میں چاہیئے

اے بشر! غور کر ادراک و خرد تجھ میں اگر ہے

تجھ میں کیا علم و ہنر ہے — تو خبر ہے کہ کدھر ہے
خیر تجھ میں ہے کہ شر ہے — ہے تو حیوان کہ بشر ہے
سوچتا کیوں نہیں نادان ترا دھیان کدھر ہے

کیسے احباب ہیں جن میں نہ اخلاق نہ الفت

نہ دلوں میں ہے محبت — نہ تو آنکھوں میں مروت
نہ خصائل میں شرافت — نہ طبائع میں حمیت
ہے تو الفت میں غرض سب میں دغا خوں میں شرر ہے

لوگ کرتے نہیں بایکدگر امداد و اعانت
کیوں نہ نازل ہو مصیبت　　کیوں نہ وارد ہو فلاکت
ٹوٹے کیوں ہم پہ نہ آفت　　پھوٹے کیوں اپنی نہ قسمت
پھوٹ آپس میں ہے، تدبیر میں کین، فکر میں شر ہے

دشمن دوست نما کام بنا لیتے ہیں اڑ کر
پھر عدو بنتے ہیں لڑ کر　　ملتے جب ہیں تو اکڑ کر
سخت کہتے ہیں بگڑ کر　　رنج دیتے ہیں جھگڑ کر
یہ شرافت نہیں نام اس کا ذہین آفت و شر ہے

پوچھتے کیا ہو کہ دل دوست غمخوار کا کیا ہے
معدن مہر و وفا ہے　　مخزن صدق و صفا ہے
منبع جود و سخا ہے　　مطلع حلم و حیا ہے
نیر برج ولا، ابر کرم، کان گہر ہے

خود غرض لوگوں کا کیا کہئے کہ کیا ہے قرینہ
سینہ ہے سینہ میں کینہ　　دل کدورت کا خزینہ
سر ہوس کا ہے سفینہ　　ہے زباں شر کا نگینہ
ایک کو ان سے نہیں فائدہ اور سو کو ضرر ہے

اس سرا میں نہ تو لیلیٰ ہی رہی ہے نہ تو مجنوں

نہ تو مہدی ہے نہ ہاروں　　نہ ہے شداد نہ قاروں

نہ ارسطو نہ فلاطوں　　نہ ہے بابر نہ ہمایوں

جم نہیں ہے تو نشاں سکا کہاں جام کدھر ہے

ہو اگر کبھی تو ہوتی ہے اسے بخل میں خواری

بخل ہو جائے جو طاری　　تک رہے یاد ہماری

بخل ہو جائے جو ساری　　نہ کہ ہو چشمہ جاری

اس سے ایمان کو اندیشہ ہے جانوں او خطر ہے

یہ ہے ناسور کہ ہے زخم زباں یار خدایا

تیغ کا زخم بھی دیکھا　　وہ بھی ایسا نہیں ہوتا

نہیں یہ زخم سناں کا　　ہو تو کیونکر ہو یہ اچھا

تھام لو دل کو ذرا ہیں دیکھو یہ چاک جگر ہے

اقوال مسلمہ

دل میں بسنے کے ہے قابل کیا ؟ محبت ہی تو ہے	دیکھئے آنکھوں میں جس کی جا مروت ہی تو ہے
کر دے جو انساں کو مستغنی قناعت ہی تو ہے	گر نہ ہو دولت تو کیا پروا لیاقت ہی تو ہے

اپنی بربادی ہے غیروں کی تباہی کا خیال
فائدہ غیبت سے کیا شرم و ندامت کے سوا
قہر و غصہ اپنے ہوں یا غیر سب کو ناگوار
جس کی طینت میں کجی ہو کسطرح ہو استقامت
نام ہو دنیا میں نظروں میں معزز ہے کریم
وصف ذاتی گر نہ ہو وصف اضافی ہے حصول
نیکنامی چاہتے ہو تو کرو عادت درست
ذلت و آفت سے رہتا ہے سدا مامون امین
جس سے دشوار ہو جاتا ہے امر سہل بھی
عقل رکھکر پاس کیوں کھو جائیں غم سے بدحواس
کھو گئی جب آبرو تو زندگی کس کام کی
سچ بجا اسکندر و جم کہئے گر سیاح کو
جس سے نظروں سے گرے انساں ہو فقط اعتبار
ہوں قادر یا احمد سب ہیں راحت کے شریک
گر کشائش چاہتے ہو ہاتھ کھینچو حرص سے
دوستی جس سے کرو اس کو نباہو بھی ضرور
بندگی جس نے نہ کی خالق کی وہ بندہ ہی کیا
مکر کرکے کسطرح آفت سے پاؤ گے نجات
کام دنیا کے نہیں چلتے اعانت کے بغیر

خیر کے پردے میں جو شر ہے سناہی تو ہے
جس سے دشمن دوست ناخوش سب ہیں غیبت ہی تو ہے
بات جو بر خوشی ہے لطف و عنایت ہی تو ہے
جس میں ممکن ہی نہیں تغیر فطرت ہی تو ہے
نام بھی عزت بھی جس سے ہو سخاوت ہی تو ہے
سچی عزت جس سے ہوتی ہے لیاقت ہی تو ہے
جس سے سب کرتے ہیں عزت نیک عادت ہی تو ہے
جس سے ہو تذلیل و رسوائی خیانت ہی تو ہے
مشکل آساں جس سے ہو جائے شجاعت ہی تو ہے
دور ہو جس سے مصیبت عقل و فطنت ہی تو ہے
زندگی جس چیز کا ہے نام عزت ہی تو ہے
جام و آئینہ جو کچھ کہئے سیاحت ہی تو ہے
جھوٹی باتیں ہی تو ہیں ہلکی ظرافت ہی تو ہے
کوئی کام آتا نہیں جس میں مصیبت ہی تو ہے
بعد اسکے پاؤں پھیلاؤ کہ وسعت ہی تو ہے
سب کی یکساں ہو تو کیونکر طبیعت ہی تو ہے
جس لئے پیدا ہوا انساں عبادت ہی تو ہے
مکر تم جو کر رہے ہو یہ بھی آفت ہی تو ہے
کام ہر اک کے جو آتی ہے اعانت ہی تو ہے

سعی و محنت سے بھی جب امید بر آئے نہ کوئی
کیجئے لطف و مدارا اپنے بیگانے کیساتھ
چکھو تلخی کا مزہ آئیگا شیرینی کا لطف
آفتوں میں جو پھنساتا ہے وہ ہے اسراف ہی
نفع اپنا غیر کا بھی فائدہ اعزاز بھی
گر تربیت کر کر تعمیر محل ہے لیے محل
کام کیا کرنا ہے سوچو اور رغبت سے کرو
بیسیوں ہی آفتیں ہیں صحبت ناجنس میں
ہے وہ نفرت دل میں جو رحم و کرم کو جانے دے
عدل پر بیٹھو تو لالچ کو نہ دو دل میں جگہ
بچ کو راحت ہی سمجھے آبرو کی زندگی
ہو جو زحمت کیوں کرو منت کسی کا ہو
کیا کریگا لیکے تو وصف اضافی بے ہنر
کرتے جاؤ سعی و محنت پاس آنے دو نہ یاس
دوست وہ دشمن ہے کہ وقت پہ جو آئے نہ کام
خواہش شہرت اگر ہو کام کو اپنے سنوار
کرتے رہئے سعی حرماں سے نہ ہمت ہارئے
لے نہ احساں ہمت مردانہ غیروں کا کبھی
بخط جو عادت کرو تم ہو اگر مرد صواب

جس سے تسکین دل کو ہو جاتی ہے قسمت ہی تو ہے
ہے پسند خلق کیا؟ خلق و مروت ہی تو ہے
عافیت کی قدر ہو جس سے مصیبت ہی تو ہے
جو مشقت سے بچاتی ہے کفایت ہی تو ہے
چارہ گر وہ پیشہ اشرف طبابت ہی تو ہے
گھر حقیقت میں ہے رہنے کا تربت ہی تو ہے
حسن جس سے کام میں آتا ہے رغبت ہی تو ہے
مسکن راحت مقام امن جنت ہی تو ہے
جس سے نفرت دل میں پیدا ہو عداوت ہی تو ہے
جو تباہ و خوار کر دیتی ہے رشوت ہی تو ہے
تا بہ ذلت جو نہ لائے شرم و غیرت ہی تو ہے
چاپلوسی و خوشامد یہ بھی زحمت ہی تو ہے
سچی عزت جس سے ہو ذاتی شرافت ہی تو ہے
دل کو جو پژمردہ کر دیتی ہے حسرت ہی تو ہے
کام آتی دوستی وقت مصیبت ہی تو ہے
ناموَر جس سے ہو انساں پاک شہرت ہی تو ہے
کوشش و ہمت نشان فتح و نصرت ہی تو ہے
جس کو نازاں اپنے عمل پہ ہے فتوت ہی تو ہے
عزم کی تائید جس سے ہو جرأت ہی تو ہے

دیکھو یہ فرش زمیں اور بے ستوں سقف فلک
کیا صانع ہے خدا یہ اسکی صنعت ہی تو ہے

کیسی کیسی نعمتیں دیں اسنے کر شکر اے بشر
جان و عقل و دین سب اسکی عنایت ہی تو ہے

اسکے سب بندے ہیں کوئی شاہ کوئی ہے گدا
سب جسے کہتے ہیں قسمت اس کی حکمت ہی تو ہے

خلق کے رحم و کرم میں ہیں ہزاروں آفتیں
جس میں کچھ رحمت بغیر خالق کی محبت ہی تو ہے

کون کرسکتا ہے پیدا بحر و بر شمس و قمر
کس کی یہ طاقت خدایا تیری قدرت ہی تو ہے

ہو اگر حاصل بصیرت دل ہی اپنا طور ہے
ہے جو رائی سا سویدا دل میں پربت ہی تو ہے

ہے وجود حق یہ حجت یہ نمود کائنات
جس سے وحدت کا پتہ ملتا ہے کثرت ہی تو ہے

ہیں بصیرت کی نظر میں ہیچ اشکال مجاز
جو حقیقت بیں ہو وہ چشم بصیرت ہی تو ہے

اے بشر اٹھائیگا ٹھوکر کہ بوجھ ہے سر پہ سنبھل
ہے شرف جس سے تجھے حفظ امانت ہی تو ہے

تو ہے بندہ چاہیئے تیرا سر تسلیم خم
جس میں ہو حق کی رضا وہ شے اطاعت ہی تو ہے

جو مصیبت سے ہیں کارہ دل میں سمجھیں ذرا
یاد آتا ہے خدا جس میں مصیبت ہی تو ہے

جس قدر ممکن ہو نیکی آج ہی کر لو قرین
کل کو تم کیا کر سکو گے کل قیامت ہی تو ہے

اعلان

مصنف صاحب کی اس کتاب اور نیز دیگر کتب مصرحہ ذیل) کو سررشتۂ تعلیمات سرکارعالی صیغہ انتخاب کتب) اور پنجاب ٹکسٹ بک کمیٹی نے انعام طلبہ وکتب خانہ جات کے لئے منظور فرمایا ہے۔

(۱) تہذیب الاطفال	قسم دوم	۱۲ ؍
(۲) گلشن اطفال بالک باغ	قسم دوم	۵ ؍
(۳) سوغات صالحات		۸ ؍

المعلن

منتظم مکتبہ ابراہیمیہ واقع اسٹیشن روڈ حیدرآباد دکن